بسم اللہ الرحمن الرحیم • یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم • سورۂ محمد آیت

مسلک اہل حدیث کا داعی اور جمعیت اہل حدیث ہند کا نقیب

# ترجمان

پندرہ روزہ

دہلی

مدیر
حافظ محمد یوسف

جلد ۳۷ ۱۵ رنومبر ۱۹۸۲ء مطابق ۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ شمارہ ۹

## اتباع سنت

مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسروں سے پہلے خود اپنی طرف توجہ کریں اپنے اخلاق کو سنواریں اپنے ایمان و یقین کی حفاظت کریں غیر اللہ سے اپنے روابط توڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے اپنا رشتہ جوڑیں، اسی پر اعتماد و بھروسہ کریں، اسی سے لو لگائیں، اسی سے امیدیں رکھیں اور اپنے سارے معاملات میں اسی سے استعانت کریں، ایسی تمام چیزوں کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹالیں جو اپنے خالق و مالک سے تعلق کو کمزور کرتی ہو، لہو ولعب سے احتراز کریں، غلط کاریوں سے پرہیز کریں، ان تمام چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نسخۂ کیمیا عطا فرمایا ہے۔

"افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا باللیل والناس نیام"

سلام میں عمومیت برتو، متعارف و غیر متعارف دونوں کو سلام کرو اور جو عمومیت سلام میں ہے وہی کھانے کھلانے میں رکھو، یہ خصوصیت تو بندوں کی طرف ہوئی۔

لیکن اگر تم اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے تو جس وقت دنیا بستر خواب پر بے خبر ہو تو اس وقت تمہاری پیشانی اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو۔ پھر تو تعلق میں مزہ ہے، مومن کی یہی معراج ہے، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیک تمناؤں اور خواہشات کو فراموش نہ کریں گے، بشرطیکہ تم اس کو دنیا کے دوسرے انسانوں کی طرح فراموش نہ کرو، اس کی یاد اس طرح کرو جس طرح اسے بتلایا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے لئے نعمت و رحمت تھے۔ اپنے عنایات سے سب کو نواز گئے، بلا تفریق مشرق و مغرب و بلا امتیاز عرب و عجم پھول کھلے ہیں گلشن گلشن۔ لیکن اپنا اپنا دامن اس جواہر پاروں سے بھر لیجئے، اپنی زبان ان الفاظ سے مزین کر لیجئے، جو کسی وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلے ہیں، اسے دوسرے لفظوں میں کہتے ہیں احادیث کا مجموعہ، اقوال رسول، ارشادات نبوی،

بہر حال دنیا کو بھی آپ پر تعجب ہے کہ آپ نے اس گنج گراں مایہ کو چھوڑ کر غیروں کے اقوال و تجربات کو اپنا مطمح نظر بنا لیا، یہ زوال کی کونسی منزل ہے، یہ انحطاط کا کون سا درجہ ہے، آپ خود غور فرمائیں تو شاید افق سے آپ کے لئے ہدایت کی کرن پھوٹے گی ورنہ دنیا میں ہر طرف روشنی میں تاریکی ہے، ضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی ہے، مسلمانوں کو ہر ایک قوم جو عام طور پر گمراہی کے علم بردار ہیں، اپنی طرف بلا رہی ہے، حالات سے مجبور ہو کر کسی طرف جھکنا بھی جائز نہیں، نہ ہی یہ کہ خود خوشی و رغبت کے ساتھ کسی قوم کی تہذیب اور اس کے شعائر کو اپنانا، ایسی بے غیرتی ہے جس سے خود مسلمانوں کے وجود کو خطرہ لاحق ہے، اور جہاں جہاں تباہی و بربادی آرہی ہے وہاں ہمارے معاشرے میں وہ تمام گراوٹ موجود ہے جسے کسی زمانہ میں مرغوب و محمود نہیں سمجھا گیا، کسی علاقہ میں مسلمانوں کی تباہی اس کے اعلیٰ طبقہ کی ذہنی پستی، کم ہمتی اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی کو ظاہر کرتی ہے، خدا ہم سب کو ایسے گناہوں سے بچائے جو اس کو اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض و خفا کرنے والے ہوں آمین"

بدل اشتراک
۱۵ روپے سالانہ

غیر ممالک سے
۵ پونڈ دس ڈالر

D.D. M. 712

# صفحہ مشائخ وعلماء

## جن سے دنیا کو روشنی ملی

مولانا عبدالرشید ندوی

## حضرت علامہ سید نواب صدیق خان مرحوم

### ولادت ۱۲۴۸ھ، وفات ۱۳۰۷ھ

بانس بریلی میں پیدا ہوئے قنوج کو وطن ہونے کا شرف حاصل تھا لیکن حقیقت میں آپ کے آباء و اجداد دیار المہر کے رہنے والے تھے۔ آپ مخدوم حضرت سید جلال بخاری کی اولاد میں ہیں، جب آپ کی عمر صرف پانچ برس ہوئی تو باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ محترمہ نے تربیت دی، گھر ہی پر کچھ پڑھایا لکھایا، والد کے انتقال کے بعد گھر میں خاندان کا کوئی سرپرست باقی نہ رہا تھا، اس لئے گھر کے اقتصادی حالات خراب ہو گئے، والدہ کو بڑی فکر تھی کہ بچے کی تعلیم کیسے ہوگی اور ان کے نشو و نما کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے گی۔ ایسے حالات میں نقود ذرائع ... ماحول نے مکتب میں بٹھایا، فارسی کی ابتدائی کتابیں مکتب میں پڑھیں ... مکتب ہی میں پڑھایا جاتا ہے ان کو بھی پڑھا ... والدہ محترمہ کے ... تک ... لیکن ... شعور ... کی ... والدہ محترمہ نے اپنے شوہر کا ترکہ ... اس کی ... کو رغبت دلائی کہ اپنے ... کے ... اور ... صاف کر دیں ... پڑھنے ... شوق ... کے ساتھ ... شروع ہوگئی ... کے شہروں میں ... کے ... سے بعض علوم کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

۱۲۶۹ھ میں والدہ سے دہلی جانے کا مشورہ کیا کہ وہاں اہل علم بافیض پہلے تین ... سے ... جناب مولانا سید محمد حسن عرشی کو ... ہے ... شرح ... قطبی وغیرہ وغیرہ پڑھیں ... حضرت مولانا صدر الدین ... دہلی کے درس میں بیٹھے اور ایک سال ... کی مدت ... کتابیں پڑھ کر ان سے سند حاصل کر لی۔

... کتابوں کے نام، مختصر المعانی، شرح وقایہ، عبادات و معاملات تک ... توضیح و تلویح، اصول فقہ، مسلم الثبوت، حمد اللہ قاضی مبارک میبذی، میر زاہد، ... صدرا، شمس بازغہ، شرح مواقف، ... تفسیر بیضاوی، دیوان متنبی، دیوان حماسہ اور علوم ہیئت کی ... میں مہارت پیدا کر لی، تھوڑی ہی مدت میں تحصیل علوم کے ساتھ چند اہم موضوعات پر مقالہ اور رسالے لکھنے شروع کر دیئے، ان کی سندوں کا سلسلہ ایک واسطہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ملتا ہے، اور حضرت شاہ صاحب سے ان کتابوں کے مصنفوں تک پہنچتا ہے، حضرت نواب صاحب نے اپنے دور کی ... فنون کی کتب متداولہ اپنے اساتذہ سے پڑھیں، لیکن زیادہ تر مناسبت کتب حدیث سے پیدا ہوگئی۔ غالباً یہ ذوق خاندانی دولت تھی جو باپ دادا سے چلی آرہی تھی اور بخارا سے چلی تھی اور ہندوستان کی سرزمین پر اسے برگ و بار ملا تھا اس لئے بغیر کسی خصوصی توجہ کے نواب صاحب میں حدیث کی طرف دوسرے فنون کے مقابلہ میں زیادہ رجحان پیدا ہوا، اور مبارک فن دوسرے کمالات پر غالب آیا۔ اور دوسرے علوم تصانیفات جو کہ دوسرے ابنائے وطن کے لئے باعث فخر تھے، نواب صاحب کے نزدیک اس سے بیگانگی کو اپنے حق میں قابل فخر سمجھا، اور نوبت بایں جارسید کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان علوم و فنون سے کبھی آشنائی نہ تھی، اس دور میں تمام علماء و فضلاء جانتے تھے کہ نواب صاحب تمام علوم کو روندتے ہوئے علم حدیث تک پہنچے ہیں، اس لئے کسی علم میں تو آپ کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کی کتاب اتحاف النبلاء علوم رسمیہ میں ہے، پہلے تو تقریباً ۲۰۰ کتابیں عربی ادب، فقہ و علم کلام، تفسیر و حدیث کی تصنیف فرمائی، یہ کتاب اپنے ابتدائی زمانہ میں لکھیں جب کہ اہل علم نواب صاحب کو اہل تصنیف میں شمار نہیں کرتے تھے، اس کے بعد جب حقیقت میں آپ کو مختلف علوم و فنون پر قابو ہوگیا اور مطالعہ میں کثرت سے پہنچے لگا تو اس دور کی کتابیں ہزاروں سے زیادہ ہو گئیں، علوم میں راسخ ہونے کے بعد پہلی تصانیف میں تعدد سے کمزوری اور سطحیت پا کر اس کو اپنی تصانیف سے خارج کر دیا اور اپنی فہرست سے اس کو نکال دیا۔ ذوق اقدام کی شرح مسک الختام اور دروس استفادہ، چند رسالے دم علم الکلام وغیرہ کو باقی رکھا۔ آپ کو ابتداء شعر گوئی کا بھی ذوق تھا کبھی کبھی تنہائی میں بغرض دفع وحشت کچھ اشعار موزوں ہو جاتے تھے، لہٰذا فارسی میں ایک قصیدہ و نعت شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے۔ اور عربی میں بھی چند قصائد پائے جاتے ہیں، اور نفح الطیب پورا دیوان مدح نسبت میں لکھا ہے۔ اور غزلیات پر مشتمل تین سو کے قریب ایک دیوان کی ترتیب دی جا چکی ہے۔ کل رعنا کے نام سے ایک کتاب چھپ چکی ہے۔ طبیعت ایسی موزوں اور متانت ایسی اچھی پائی تھی کہ عربی، فارسی اور اردو میں بسہولت شعر کہہ لیا کرتے تھے۔

۱۲۸۵ھ میں مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ ڈھائی ماہ میں مکہ مکرمہ پہنچے، حالانکہ اس دور میں جہاز بادبانی ایک ڈیڑھ ماہ میں پہنچ جاتے تھے، لیکن آپ کا راستہ کے بعض بندرگاہوں پر علماء و فضلاء نے استقبال کیا، اور اپنے اپنے علاقے میں ٹھہرانے کی کوشش کی، اس لئے بیت اللہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں چار ماہ قیام فرمایا، اس وقت کا مشغلہ یہی تھا کہ نماز پنجگانہ سے فارغ ہو کر اوراد و وظائف سے وقت نکال کر ائمہ کبار کے مطالعہ میں وقت صرف کرتے تھے، محدثین کی کتابوں کو تلاش کر کے نقل کیا اور حج کے بعد ماہ صفر ۱۲۸۶ھ میں مدینہ منورہ کا سفر کیا، اور پیادہ پا سفر تھا، غالباً اسی راستے گذرے جس راستہ سے ہجرت ہوئی تھی، مدینہ منورہ میں قیام کے بعد پھر جب مکہ کا ارادہ ہوا تو مدینہ شہر سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ اس وقت پہنچے کہ رات کے ایک بج چکے تھے، مطاف خالی ملا یعنی عادۃً اس وقت لوگوں کا ورود کم ہوتا ہے، اور ہر زمانہ میں بھیڑ اس وقت کم ہو جاتی ہے، ورنہ جب سے اسلام کا ظہور ہوا ہے اور مسلمانوں نے طواف وغیرہ کرنا شروع کیا ہے، آج تک ایک لمحہ کے لئے بھی مطاف خالی نہ ہوا، رات ہو یا دن ... عاشقان خدا پروانہ وار خصوصاً خالی اوقات کا لحاظ کرکے طواف کے لئے بیٹھے رہتے تھے اس لئے یہ بھی انسان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ کس قدر مطاف خالی پائے۔

(بقیہ صفحہ ۳ پر)

پندرہ روزہ ترجمان دہلی

جلد [illegible]
شمارہ ۹

۱۵ نومبر ۱۹۸۲ء
مطابق
۲۸ محرم ۱۴۰۳ھ

# اداریہ

یہ دور بھی عجیب و غریب ہے، ہر فرد و جماعت کا نقطۂ نظر مادی بنتا چلا جا رہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مکمل تعلیم حاصل کرنے والا اپنا نقطۂ نظر حصولِ دنیا بناتا ہے تو کچھ بات بے جا نہیں ہے کہ اسکی غرض اور بہبودی کیا ہو سکتی ہے اس سے یہ کچھ انکار نہیں ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ ہر شخص کو اپنی معیشت کو منظم کرنے کا حق دیجیے اس سے یہ مطالبہ کرنا بھی ضروری ہے کہ زندگی کا ایک ہی رخ یعنی دولت کا حصول اسکو کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا جب تک اس کی زندگی میں وہ صفات نہ آجائیں جو بندوں کے نزدیک بھی محمود و محبوب ہیں اور جسے خدا اور رسول بھی پسند کرتے ہیں۔ یہاں تک امت مسلمہ کے ہر فرد کے لئے کوئی بات قابل تشویش نہیں، لیکن بعض تاریخی اسباب کی بنا پر ہم اپنی رہنماؤں کی اور خصوصاً مدارس اسلامیہ کے منتظمین میں جب یہ بات پاتے ہیں تو بے حد رنج ہوتا ہے کہ بیشتر اداروں کے چلانے کا احساس مادی ہے لہٰذا تمام کوششوں کے ساتھ وہ اس بات پر قابو نہیں پا سکے ہیں کہ مدارس کے طلباء میں اخلاص، ایمانداری، اخلاق حمیدہ کتاب و سنت سے تعلق و مناسبت، اسلاف کے طریق پر چلنے اور ان جیسا بننے کی تمنا و جذبہ پیدا ہو۔ نہ اس کے لئے کوئی اہتمام ہے اور نہ اس کے حصول کے ذرائع فراہم کئے جا رہے ہیں بلکہ اس زمانہ میں جہاں دوسرے دولت کی فراہمی کے ذرائع نکلتے چلے آئے ہیں اس میں ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ کسی مدرسے کے قیام کا اعلان کر دو اور نہ صرف اپنے وطن میں اس کی اعانت کی ڈھنڈورا کرو بلکہ ایک اونچی چھلانگ لگاؤ اور سعودی عرب، کویت اور امارات پہنچ سکو۔ جاؤ اور خوب ڈالر حاصل کر کے قوم کے سامنے اپنی کوششوں کو اجاگر کرو۔ آزادی ہند کے بعد اس میدان میں ہزاروں بہی نظر آئے ہیں اور عرب ملکوں نے اپنی امداد کے لئے جس طرح کی بھی شرط پیش کی، سب کی سب بلا جھجک منظور کر کے شخصیات اور حکومتی اداروں کی تصدیقات علماء کی سفارشات مہیا کر لی اور جس کے منہ سے سنئے۔ بس چلا اور جلد ہمارے ادارے کو سعودی حکومت میں مقبولیت حاصل کرنے کی تمنا لئے بیٹھا ہے۔ ہم نے بغور اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ اس دور میں بابت سے انسانوں میں ایسے جانوروں کے صفات ابھر آئے ہیں جو ایک جگہ ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا ممکن بنائے ہوئے ہیں۔ اسی جماعتوں میں جو اتحاد و محبت اور روشنی سے قائم کرنے اور اخلاص کے ساتھ خدمت میں اپنی مثال آپ تھیں انہیں بھی کئی کئی ٹکڑے کر چکے ہیں، جو لوگ ان میں بھی جو بولتے اور تعلق رکھتے تھے انہوں نے اپنی درسگاہوں کو فروغ دینے کے لئے دوسرے مخلصین نیک نیت اور راست باز لوگوں کی برائیاں عرب سربراہوں کے سامنے بیان کی ہیں، اور برابر جب بھی موقع ملتا ہے کرتے رہتے ہیں اور اپنی ذات کو مدارس اور دینی تعلیم کا سچا خادم ظاہر کرنے میں بلا شک حق بجانب ثابت کرتے ہیں چنانچہ دہلی میں موقع ہو تو کس قدر عرب اکابر آتے رہتے ہیں لہٰذا ان کے ارد گرد منڈلانے والوں میں ایسے لوگ اکثر دیکھے جاتے ہیں جو حقیقت میں ان میں زیادہ افراد نالائق، مطلبی، دھوکہ باز و فریبی و منافق ہیں۔
لیکن مخلصین کی ایک کمزوری یہ ہے کہ وہ ان مواقع کی تلاش میں نہیں پھرتے، صرف اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ خدا اُن کی مدد کرے گا، ان کو اخلاص کے ساتھ خدمت انجام دینا چاہئے۔ اس کے برعکس جعلی قسم کے لوگ بڑے ذہین، موقع شناس خوشامد پسند، ہر موقع پر چست و چالاک اور ہر موقع پر لوٹ کی اداؤں سے کام لیتے ہیں، ان تمام حالات کا جو سب سے بڑا نقصان امت مسلمہ کو اٹھانا پڑ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اصل خدمت سے روگردانی ہو رہی ہے اور اختلافات کا دروازہ کھلتا جا رہا ہے، اس بات کو ہمارے باہوش اور دور رس اور مفکر حضرات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اس کے کاٹ کے لئے ایک ایسے ادارہ کی ضرورت ہے جو ان تمام نقائص کو دور کرے، مدارس میں نصاب کی اصلاح کرے، مدرسین کا تربیتی نظام چلائے اور لائق اساتذہ و طلبہ کے ذریعہ دشمنانِ دین کی جدوجہد کرے اور تمام مسلمانوں میں یہ اعلان کرے کہ تمام اسلامی مدارس ایک ایسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں جو مسلمان بنانے اور ان سے آئندہ معیشت و معاشرت کو اسلامی نہج پر باقی رکھنے میں یہی لوگ کام آئیں گے جو ہمارے مدارس سے فارغ ہوں گے لہٰذا ہر بھی مدد قوم و ملت کے ذریعہ جن پر ہے وہ دل کھول کر کرے اور مجھے امید ہے کہ ہمارا نظم و نسق دیکھ کر ہر حلقہ اور ملک کے کونے کونے میں ہماری تائید کے لئے افراد طلبہ ہوں گے، مسلمان دینی خدمات اور اس سلسلہ میں قربانیوں کی اب بھی تمنا رکھتا ہے۔ اور اسے حوصلہ ہے کہ وہ جگہ جگہ دینی مدارس دیکھے اور اس کی دل کھول کر مدد کرے۔ لیکن اصل چیز ہے نتیجہ کا مظاہرہ اور حاصل شدہ افراد کی کارکردگی۔ ان کے اعمال و افعال، ان کی علمی بلندی، زمانہ سے مقابلہ میں کامیابی کی صلاحیت، امت کے اتحاد کے لئے نظریاتی ہم آہنگی، پھر اس کے ساتھ اپنی معیشت میں دوسروں کے دست نگر نہ رہنے کا ولولہ و استعداد۔ ان تمام چیزوں کا مطالبہ قوم کرے گی اور اس کی تیاری وجوابدہی کے لئے مدارس کے منتظمین کو بہرحال ایک اہم رول ادا کرنا ہے ورنہ زمانہ کسی کو نہیں بخشتا۔ اسی کی رفتار ابھی تک اس کو کوئی روک نہ لگا سکا۔ اس کے تغیرات کی زد میں آنے سے کوئی بچ نہ سکا۔ ہمارے سامنے تاریخی طور پر جس قدر جدوجہد ہمارے اسلاف نے کی، اس کا ثمرہ ہم کو آج مل رہا ہے کہ بہت سے دلوں میں دین کی تڑپ باقی ہے، دین پر چلانے کے لئے آج بھی امت محمدیہ مدد دینے کے لئے موجود ہے۔ مدارس کی آج بھی بلا سوچے سمجھے صرف حصول اجر کی غرض سے ملک کے تمام حلقوں میں دامے درمے، غلوں اور پیداوار سے غریب کسان اور زکوۃ و خیرات کی شکل میں تاجر و کاروباری حضرات مدد کرتے ہیں لیکن ہمارا فرض ان حالات میں اور بھی سنگین ہو جاتا ہے، اگر ہمارا تعلق ان ذمہ داروں سے ہے اور مدارس کے چلانے سے ہے تو اس تصور سے دل کانپ جاتا ہے، آخرکار جب اس کا حساب ہم کو دینا ہوگا اور حشر میں باز پرس ہوگی تو کس کلیجہ وجگر کو لیکر ہم حاضر ہوں گے اور کس طرح خداوند قدوس کے سامنے جوابدہ ہوں گے کیوں کہ یہ ہماری ذاتی ملکیت کا معاملہ نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کی امانت ان کی بخشی ہوئی دولت ہے اس کو کس طرح اور کہاں استعمال کیا اور کیا نتائج حاصل کرنے کے لئے اپنے دل و دماغ کو استعمال کیا۔ یا صرف یہی نیت تھی کہ کچھ اعزہ و اقربا برسرِ روزگار ہو جائیں۔ کچھ عیش میں پیسہ رہے، کچھ لوگ حاشیہ برداروں میں نظر آنے لگیں، کچھ لوگ عمارتوں اور مسجدوں کو دیکھ کر یہ کہیں کہ یہ فلاں کی برکت ہے اس کا نام گل گلزار رکھ دو، جنت نشان رکھ دو، دین کا باغ رکھ دو، مگر کچھ اہل نظر اسی ملک میں بستے ہیں جو ان تمام اداروں سے ناامید و بیزار اور خاموش ہیں ایک مرد مفکر بھی یہ کہتا ہے کہ ؎

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ معرفت نہ مروت نہ زندگی نہ نگاہ

یہ اقبال مرحوم تھے جو دل میں چھپانے کے بجائے زبان سے شکوہ کر گئے۔ لیکن ان جیسے لاکھوں ہیں جو دل ہی دل میں لئے دنیا سے رخصت ہو گئے، اور روزانہ رخصت ہو رہے ہیں، اس سلسلہ میں بے حد غور و فکر کی ضرورت ہے
ہم اپنے ہم قوم اہل فکر سے گزارش کریں گے کہ اپنی اپنی تجویزات و خیالات اور تدبیریں ہمارے سامنے پیش فرمائیں، ہم اس پر غور کریں گے اور مناسب موقع پر آپ کو دہلی آنے کی دعوت دیں گے تاکہ آپ ہماری دستگیری فرمائیں اور قوم کے لئے کوئی ٹھوس اور کارآمد لائحہ عمل پیش کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٭٭٭

# (بقیہ صـ۲) حضرت علامہ نواب سید صدیق حسن خان مرحوم

اور مکرمہ سے حجر اسود تک پہنچ گئے، وہ سمجھتے تھے کہ ایسے میں اگر ان کو دور سے استلام کی ہی توفیق ہوتی ہے، ہاتھ سے مس کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔

بہرحال نواب صاحب نے سکون کا وقت پایا، اور عمرہ ادا کیا، کچھ دنوں مکہ مکرمہ میں قیام کرکے ہندوستان واپسی کا ارادہ فرمایا، ۱۲۸۶ھ جمادی الاولیٰ کے ماہ میں ہندوستان تشریف لائے، جس دن گھر سے نکلے تھے اسی دن گھر واپس ہوئی۔ اس سفر میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں، بعض مرتبہ جب ان کی کیفیت طاری ہوتی تو قلم ہاتھ میں ہوتا، اس قدر تیز وشام کے درمیان لکھ لیتے کہ دوسرے لوگ اتنا نہیں لکھ سکتے تھا۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور کتاب وسنت کی بہت طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، اکثر اہم چیزیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے تھے تاکہ اس میں سہو نہ شامل ہو جائے، کبھی کسی دولت مند کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں کہا اور تمام عمر کسی سے ایک کوڑی کے طالب نہ ہوئے۔ ابتدائی حالات احتیاج وفقر میں گذرے لیکن اس وقت بھی کسی صاحب ثروت کے عطیات پر نظر نہیں رکھی، کسی سے سوال کو عیب سمجھتے تھے۔ دوسرے لوگوں نے آپ کی حیات کو جمع کیا ہے، ایک کتاب ابقاء المحسن بالقاء المحسن ہے جس میں جملہ حالات درج ہیں، علم سلوک وعلم قرآن والوں سے خصوصی ربط رکھتے تھے اور کبھی زہاد واہل اللہ سے ملتا، اگر کسی کے متعلق سنتے کہ وہ اہل باطن ہے تو برابر اس کے پاس جاتے اور کتاب وسنت کے مطابق اس کی زندگی کا جائزہ لیتے، اگر کتاب وسنت کے مطابق پورا اترتا تو اہل اللہ ہونے کی تصدیق کرتے، اگر اس کے خلاف ہوتا تو اس کے حال پر چھوڑ دیتے۔

باوجود ظاہری ترقی کے جو بھوپال میں قیام کے بعد حاصل ہوئی خود سادہ لباس اختیار کرتے اور کھانا بھی سادہ کھاتے تھے، سواری بھی عوامی انداز کی استعمال کرتے، ہاتھی پر نہیں بلکہ سواریوں پر اسی وقت سوار ہوتے جبکہ دور جانا ہوتا، ورنہ پیدل چلے جاتے، اور اپنے حسن خاتمہ کی دعا کیا کرتے تھے، جو لوگ ان سے دعا کی فرمائش کرتے ان کو بھی کہتے کہ اپنے اور میرے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرو، مکہ مکرمہ میں بھی یہ دعا کی تھی کہ اے رب تو مجھ کو بے منت رزق دے اور دوسروں کی ملازمت سے نجات بخش، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا، حالانکہ ان کے والد مرحوم نے بھی کچھ دنوں ریاست میں ملازمت کی تھی اور دادا صاحب قبلہ تو حیدرآباد میں اچھے عہدہ پر فائز تھے، مگر نواب صاحب نے اللہ سے اپنے لئے آزاد رہنے اور کسی کا منت کش نہ بننے کی دعا کی سو وہ قبول ہو گئی۔

اہل بیت کی محبت آپ کی خصوصی چیز تھی، علماء وصلحاء سلف وخلف سبھی سے انس تھا، ایسے مشغولات اعراض کرتے تھے جن میں لایعنی باتیں بھی ہوں، مزاج میں تصنع، ریا اور دکھاوے سے انتہائی نفرت تھی۔ زیادہ تر اپنی محفلوں میں ذکر آخرت اور علوم دینیہ سے بحث کرتے تھے جس سے ذکر وفکر سے سیری نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس تھوڑی دیر دنیا والی دنیا کا اگر ذکر ہوتا تو طبیعت الجھنے لگتی اور دل گھبرانے لگتا۔

دولت مند اکثر نواب صاحب کے پاس آتے اور ان کو اپنے طبقہ میں شمار کرتے، فرماتے تھے کہ جو لوگ میرے پاس اس لئے آتے ہیں کہ میں ان کو دولت حاصل کرنے کی ترکیب بتاؤں، وہ سراسر خسارہ میں ہیں کیونکہ میں نے کبھی دولت جمع کرنے کا اہتمام کیا اور نہ کسی کی اس معاملہ میں رہنمائی کر سکتا ہوں، خدا کے فضل سے مال اور اولاد سب کچھ آپ کو نصیب تھا، لیکن ان میں کسی کے نقصان سے آپ کو ہرگز ہرگز ملال ورنج نہ ہوتا تھا، تحمل وصبر آپ کی جبلت بن گئی تھی، جب کسی کتاب کے تصنیف سے فراغت ہوتی تو بیمار جیسے نظر آتے اور پھر جب دوسری تصنیف شروع کر دیتے تو سارا کسل اور بیماری نشاط میں بدل جاتی، اور طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی، اہل زمانہ نے آپ کو سیوطی وقت کہنا شروع کر دیا اور حقیقت میں آپ اسی کے لائق تھے، آپ کی حیات میں آپ کی تصنیف عرب وعجم روم وشام میں شائع ہو چکی تھی اور اہل علم میں مقبول ہو چکی تھی۔

جو کچھ بھی آپ کے کتب خانہ میں تھیں، ان میں سے بعض بعض پر امام شوکانی وحافظ ابن حجر عسقلانی اور سید محمد بن اسماعیل امیر کے دستخط ہیں اور خود ان لوگوں کے ہاتھ کے نوشتہ ہیں، جب کبھی کچھ معتدبہ رقم آپ کے پاس جمع ہو گئی تو آپ کو نیل الاوطار وفتح الباری اور ترغیب وترہیب کی خریداری پر صرف کر دیا اور اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور یہ فرمایا کہ دولت کا اصل مصرف یہی ہے۔ اپنی تصنیفات میں چند کتابیں خود حضرت کو بہت زیادہ پسند تھیں۔ ان میں سے ایک فتح البیان فی مقاصد القرآن ہے جو چار جلدوں میں طبع ہوئی مصر والوں نے اس کو بے حد پسند کیا ہے اور اپنے ملک میں اس کو دس جلدوں میں طبع کروائی، دوسری کتاب نیل المرام فی آیات الاحکام ہے، یہ کتاب صرف ایک ہی جلد میں مکمل ہے۔ تیسرے بلوغ المرام کی شرح مسک الختام ہے جسے دو جلدوں میں چھپوایا گیا۔ چوتھے مسلم شریف کی شرح السراج الوہاج ہے جسے دو جلدوں میں شائع کیا گیا، جلدیں نہایت ضخیم ہیں، امام بخاری سے خاصا لگاؤ تھا اس لئے ان کی خدمت کے سلسلے میں عون الباری لحل ادلۃ البخاری ایک شرح تیار کیا اور دو جلدوں میں شائع کیا، علم اصول میں حصول المامول نام سے ایک کتاب لکھی جو طبع ہو چکی ہے، امام نووی کے بہت معتقد تھے ان کی خدمت بھی پیش نظر تھی، لہٰذا امام کی مشہور ومقبول کتاب ریاض الصالحین کی شرح مکارم الاخلاق لکھ ڈالی چونکہ آپ کو تمام علوم متداولہ سے خاص نسبت تھی، اس لئے علم سلوک میں لسان العرفان بھی وجود پذیر ہوئی اور صوفیائے کرام سے کسی طرح بدظن وبے تعلق نہ تھے۔ متوازن مزاج اور صحیح الفطرت اسی کو کہتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے خدمات کو بھی احترام کے ساتھ اپنے لئے باعث صد افتخار جانتے تھے اس لئے ان حضرات کے ملفوظات جمع کئے اور اس مجموعے کا نام خیرۃ الخیرہ رکھا، اور ایک کتاب تقصار تراجم صوفیہ کرام بھی تصنیف فرمائی، اس موضوع پر امام شعرانی کی کتابوں کا بھی خوب ترجمہ کرتے ہیں، لہٰذا ان کی کتابوں کا ترجمہ فرمایا ایک کتاب فتح الخلاق لکھی جو امام شعرانی کی منن کبریٰ کا ترجمہ واضح ترین ہے، حجج الکرامہ فی آثار القیامہ، دلیل الطالب، ہدایۃ السائل، ذخیرۃ القدس، ابجد العلوم، تاج المکلل، حضرات التجلی، دین خالص، ترجمان القرآن، کچھ لوگوں نے اسی زمانہ میں حضرت پر نقد وتبصرہ بھی کیا، اس میں ان کے معاصر مولانا عبدالحی فرنگی محلی بھی ہیں، لیکن ان کو معاصرت کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں دیا جانا چاہئے، یہ چشمک متقدمین علماء میں بھی ملتی ہے، مثلاً حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درمیان یا علامہ سیوطی وسخاوی وعلامہ ابن تیمیہ وابوحیان وغیرہ کے درمیان باتیں چلتی رہتی تھیں۔

## مدارس کے قیام کا شوق

آپ کو مدارس کے قیام کا بے حد شوق تھا، لہٰذا ایک مدرسہ سلیمانیہ کو اپنے ذمہ لیا اور اس کا نظم ونسق سنبھالا، اعلیٰ تعلیم کے لئے مناسب اساتذہ کا انتخاب خود کیا، بلوغ المرام کی شرح اسی مدرسہ میں بیٹھ کر لکھی گئی، اس مدرسہ میں کام کے دوران آپ ریاست بھوپال میں میر منشی رہے، پھر نائب کے عہدہ پر فائز ہو گئے، اور رفتہ رفتہ نواب بنا دیئے گئے، مگر مدرسہ کی نگرانی بلاواسطہ ہمیشہ خود کرتے تھے، طلباء کی استعداد کے بڑھانے میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے، ان کے دیکھنے والے کہتے ہیں کہ چاہے جس حال میں ہوتے طلبہ واساتذہ سے مسکرا کر ملتے، چند اساتذہ کو حکم کیا کہ وہ فاضل اوقات میں آکر مجھ سے کچھ علمی کتابوں کی املا کرایا کریں، لہٰذا ان کے شوق پر وردالبیہ کی بردۃ مدیہ الاکرالی گئی، فرماتے تھے کہ علماء واہل قلم کی سخت ضرورت ہے، علم دنیا سے اٹھتا چلا جا رہا ہے، مطالعہ کی طرف لوگوں کی رغبت کم ہے۔ سبھی باتوں میں الجھتے ہیں، اخلاقی باتوں کو لیکر اپنی طبیعت اور مزاج کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

ہر مسلمان کو حدیث وعلوم حدیث سے تعلق رکھنا باعث شرف وباعث افتخار ہونا چاہئے، جو لوگ اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کی تربیت وتہذیب اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے، اپنے مرض الموت میں بھی جب اہل علم سے ملاقات ہو جاتی تو مرض میں تخفیف محسوس کرتے، اور اگر امت کے اختلاف

(بقیہ صـ۷ پر)

# مسلمان کی زبان اور دعا کی قبولیت

— اے آر ندوی —

میری ہی زبان پر یہ شعر میری یادوں کے پہلو میں چھپا چھپا کبھی کبھی سامنے آجاتا ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ۔ اجابت از در حق بہر استقبال می آید

مجھے یقین ہے کہ میرے تصورات وخیالات دعا کے بارے میں کوئی انوکھے اور نئے نہیں میرے بزرگوں نے اور اگلے لوگوں نے خود اپنی ذات میں اور پچھلے لوگوں میں ایسے بیشمار لوگوں کو دیکھا اور سنا ہوگا جن کی دعاؤں میں بے حد اثر تھا اور حقیقت میں وہ لوگ قبولیت کے ایسے مقام پر فائز تھے کہ جو زبان سے نکل گیا بس وہی ہو گیا اور جو کہہ دیا وہ ہی سنگ وحدید کی طرح اٹل پہاڑ کی طرح مستقل جما رہا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو ہاتھ سے تھام کر یہ فرمایا تھا کہ اس کو قابو میں رکھنا یہ چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا ہے لیکن بہت بڑے بڑے جرائم کو جنم دے سکتا ہے اور اس کی تاثیر ایسی ہے کہ قبولیت میں دیر نہیں لگتی۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب گلستاں میں بڑی مناسب جگہ اس شعر کو درج کیا ہے اور بڑا موزوں جگہ پہ کہا ہے۔ کیوں کہ کسی تجربہ کار ماہر اور جہاں دیدہ ہی پورے یقین کے ساتھ وہ باتیں کہہ سکتا ہے جو سعدی علیہ الرحمۃ نے قلم بند کی ہیں، وہ صرف ان کے ادب کی تخلیق نہیں ہے، بلکہ ان کی حقیقت شناسی اور حقیقت نوازی ہے، ان کے سامنے سیکڑوں مثالیں ہونگی جن سے انہوں نے یہ کلیہ بنایا اور یہ نتیجہ نکالا وہ اس یقین پر پہونچے کہ زبان وہ بھی مظلوموں کی زبان ان روٹھے دلوں کی آواز ان کی پر درد آہیں ان کے مختصر سے ٹوٹے کلمات بے ربط سی بڑبڑاہٹ، کبھی چھوٹے کبھی طویل جملے، کبھی آسمان کی کی طرف آنکھوں کے اشارے، کبھی دم بخود اور زبان حال سے کچھ کہنے کا ارادہ، کبھی سینوں میں مچلتے ہوئے دعاؤں کے تانتے معلوم ہوتا ہے کہ گم کردہ راہ زبان کی راہ سے نکل کر الفاظ کا جامہ پہننا نہیں چاہتے، کبھی لبوں تک آتے ہیں پھر لوٹ جاتے ہیں، کبھی آنسوؤں کی شکل میں ابھرتے ہیں، لیکن یہ آنسو ظاہر نہیں ہونے دیتے، کہ دل میں کیا بات تھی، کیا کہنا چاہتے تھے۔۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمادیا کہ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور بہرحال اللہ ہی جانتے ہیں جو دل میں تھا اور زبان تک نہ آسکا، جو دل کے پردے میں چھپا رہا اور الفاظ کا جامہ نہیں پہن سکا جسے کوئی سن نہ سکا، مگر اللہ تعالیٰ جاننے والا اور سننے والا ہے، اس کے سننے کے لئے الفاظ میں پرویا جانا ضروری نہیں، دعا کے لئے کاندھوں کے اوپر ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں، کبھی سر بہ گریباں ہو جانا بھی کام آتا ہے اس کے لئے زرق وبرق لباس قبولیت کو قریب نہیں کرتے اور استجابت کے آداب میں بھی خوش پوشی وخوش خوری کو دخل نہیں۔ بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے برعکس یہ فرمادیا کہ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ کبھی پراگندہ بال اور زبوں حال کی استجابت دعا قریب کرتی ہے اس لئے احتیاط کا پہلو اسی میں ہے کہ دعا میں کیونکہ ایسے کلمات کو شامل نہ کیا جائے جو کسی کے لئے ضرر اور نقصان کے عزائم کرنے میں مدد دیں۔ کبھی آپ کے سامنے ہم ایسے لوگوں کے کچھ حالات درج کریں گے، جن کی دعاؤں کی قبولیت میں دیر نہیں لگی کیونکہ ان کے دل پاک تھے ان کی زبان گویا کہ مشک وعنبر سے دھلی ہوئی تھی جو ان کے بیان ان کی زبانوں سے نکلا ہوا بعینہ ظہور پذیر ہو جاتا تھا، معرض وجود میں آجاتا تھا ان کی مانگ کبھی رد نہیں کی گئی اور حقیقت میں انسان تھے مگر فرشتوں کی صف میں یا ان سے بھی آگے، اگرچہ یہ کہنا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صحیح ہے کہ —

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سلوک جتنا ذات نبوی سے قریب ہے اس کے ساتھ بھی ایسا معاملہ اللہ تعالیٰ برتتے چلے آئے ہیں، اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کسی بحث وتحقیق کی ضرورت نہیں یہ سب پر عیاں ہے اور اظہر من الشمس ہے۔

امام ابوالقاسم طبرانی نے اپنی کتاب "کتاب الدعوات" میں زید بن اسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ والد فرماتے تھے کہ ہم لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اس کے کاندھے پر چھوٹا سا ایک بچہ تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ جیسے کوے کی طرح اسکو ساتھ ساتھ لئے کیوں پھرتے ہو تو اس نے جواب دیا اے امیر المومنین خدا کی قسم اسکے ماں نے اپنے مرنے کے بعد اس کو جنم دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے صحیح واقعہ بتلاؤ تو اس شخص نے کہا کہ میں ایک سفر کو نکلا چلتے وقت بچہ کی ماں کو دعا دی کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اللہ اس کو محفوظ رکھے۔ میری زبان سے یہی نکلا۔ لہذا جب کچھ دنوں کے بعد سفر سے واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ رات کو میں اپنی بیوی کی قبر کے پاس گیا اپنے چند اہل خانہ کے ساتھ بقیع میں گیا تو ایک قبر کے پاس کچھ روشنی معلوم ہوئی۔ ساتھیوں نے کہا کہ وہیں تیری بیوی بھی دفن ہے۔ میں نے پوچھا رات کو یہ روشنی کیسی؟ ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں بھی کچھ عجیب سا نظر آتا ہے۔ لہذا ہم لوگ قبر کے پاس پہونچے تو قبر کھلی نظر آئی اندر ایک دیا جلتا نظر آیا۔ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں لیٹا تھا۔ میں نے بچے کو اٹھانا چاہا تو ایک آواز سنائی دینے لگی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تم نے رخصت ہوتے وقت صرف بچہ کی حفاظت کی دعا کی تھی۔ اگر تم بیوی کے لئے بھی دعا کرتے تو اللہ اس کو بھی زندہ کر دیتا۔ میں بچے کو لے کر جیسے ہی چلا تو دیا گل ہو گیا اور قبر برابر ہو گئی۔ یہ وہی بچہ ہے جو میرا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

حضرت ابن قیم اپنی کتاب "کتاب الروح" میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ابو قرعہ نامی بصرہ میں ایک شخص تھا اس نے کہا ہم پانی پینے ایک حوض کے قریب گئے تو گدھے کے بولنے کی آواز سنائی دی تو ایک شخص نے پوچھا کہ یہاں تو کوئی گدھا نہیں نظر آتا یہ آواز کہاں سے آرہی ہے تو اس شخص نے بتایا کہ ہمارے پروس میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس کی ماں اسے برابر نصیحت کرتی تھی اور کچھ سخت سست بھی سناتی تھی، تو اس نے ماں کی بے ادبی کی اور کہا کہ گدھے کی طرح مت چیخ۔ اس کے جواب میں ماں نے کہا کہ اللہ تجھے گدھا بنا دے۔ کچھ دنوں کے بعد اس آدمی کا انتقال ہو گیا اس کی قبر سے ہر رات گدھے کی آواز آتی ہے۔

علامہ ذہبی اور ابن حجر وغیرہ ابن کثیر نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت خالد بن الولید کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جسے حضرت اعمش اور حضرت خیثمہ بیان کرتے تھے "فرماتے ہیں کہ حضرت خالد ایک شخص کے پاس گئے اس کے سامنے شراب کا مٹکا رکھا ہوا تھا تو آپ نے حضرت خالد نے کہا کہ اے اللہ اس مٹکے کے اندر جو کچھ رکھا ہے اس کو شہد بنا دے۔ لہذا وہ شہد ہو گئی۔ مٹکے والے نے حضرت خالد کے جب بھی ڈالنا چاہا تو شراب غائب۔ اس آدمی نے حضرت خالد کے الفاظ کی قبولیت پر بے حد تعجب کیا اور خود تائب ہو گیا۔

تہذیب التہذیب میں مصنف نے حضرت عبداللہ بن شقیق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے، حضرت عبداللہ اپنے زمانہ کی مستجاب الدعوات شخصیت تھے، جب ان کے علاقہ سے کوئی بادل کا ٹکڑا گذرتا تو وہ حکم دیتے کہ فلاں جگہ تجھے برسنا ہے اس سے آگے نہ بڑھنا۔ لہذا بادل اسی جگہ پانی برساتا۔ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جیسے جیسے لوگ گذرے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

صاحب تہذیب نے اپنی کتاب میں ایک دوسرا واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص جس کا نام زرعہ تھا حضرت امام حسین کے قتل کے لئے بھیجا گیا جب لوگوں نے تیروں سے حضرت امام پر حملہ کیا تو اس شخص کا تیر حضرت امام کے حلق پر لگا، خون کا فوارہ ابل پڑا۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پھر پانی مانگا تو اس شخص نے پانی لانے سے انکار کردیا اور دوسروں کو بھی منع کیا۔ حضرت کو پیاس شدید تھی اس حالت میں یہ جملہ زبان سے نکلا کہ اللہ تجھے بھی ایسے ہی پیاس میں مبتلا کرے۔ لہذا اس کی موت کے وقت جن لوگوں نے اس کی حالت دیکھی بیان کرتے ہیں کہ زرعہ چیخ

کہتا تھا کہ میرے پیٹ میں آگ ہے، سخت پیاس ہے مجھے کچھ پلادو جس سے پیاس بجھے۔ لوگوں نے ایک بڑا برتن لاکر اس کے سامنے رکھا جس میں ٹھنڈا پانی اور چھاچھ اور ایک دوسرے برتن میں ستو ٹھنڈے پانی میں گھول دیا گیا تھا، اس کی مقدار اتنی تھی کہ پانچ دس آدمی بھی پی لیتے تو ختم نہ ہوتا۔ ذرعہ اس کو تنہا پی گیا، لیکن اس کی پیاس نہ بجھی، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس کا پیٹ بیل کے پیٹ سے بھی بڑا ہو گیا، اسی حالت میں اس کی موت آئی۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ایک حج سے واپسی پر حضرت عمرؓ نے ایک ٹیلے کے قریب اپنی اونٹنی بٹھائی، اپنی چادر بچھا کر لیٹ گئے اور فرمانے لگے کہ اے اللہ اب تو بڑھاپا چھا گیا، طاقت ٹوٹ گئی، جسم پر پہلے جیسا تھا ویسا باقی نہ رہا، قبل اس کے کہ میں اپنے فرائض ادا ہی نہ کرسکوں، مجھے اٹھالے، مجھے اپنے پاس بلالے۔ لہٰذا اسی ماہ میں ان کو ایک غلام نے چھرا گھونپ دیا اور رحلت فرما گئے۔ خدا نے جس وقت جو چاہا کرالیا رحمۃ اللہ علیہ و رضوانہ۔

ایک خاتون جن کا نام مسریرہ تھا، فرماتی ہیں کہ میں ایسی حالت میں حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئی کہ میں حاملہ تھی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تجھے بیٹا نصیب کرے، لہٰذا اللہ نے ان کی دعا کی برکت سے اولاد ذکور عنایت فرمائی۔ حضرت علی متقی نے کنز العمال میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

حضرت علاء حضرمی کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ان کی تین باتیں مجھے کبھی نہ بھولیں گی، ہم لوگ جب کسی سفر میں ہوتے، پانی کی کمی کی وجہ سے اور گرم موسم کی وجہ سے سخت پیاس لگتی تو حضرت علاء حضرمی دعا کرتے اور پانی برس جاتا جس سے ہم لوگ خوب سیراب ہوتے اور اپنے برتنوں کو پانی سے بھر لیتے۔ دوسرے غزوات میں اکثر ان کے ساتھ ہوتا تھا، بعض جگہ سمندر کی کھاڑی سامنے آجاتی اور اسے عبور کرنا دشوار ہوتا تو وہ اللہ سے دعا کرتے کہ جلد دشمنوں تک پہنچا دے اور یہ دعا کرکے پانی پر چل پڑتے تھے کہ سمندر پار کر جاتے۔ ان کا انتقال ہوگیا تو ہم لوگوں نے قبر تیار کی، اس میں ان کی میت اتاری گئی، پھر ہم لوگوں نے اس کو ڈھانکنے کے لئے پتھر تلاش کرنا شروع کیا، دوبارہ جب ان کی قبر کے پاس گئے تو قبر خالی تھی، پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ ذہبی، طبرانی اور بیہقی نے اس واقعہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے۔

حضرت ثمر بن ثابت بصریؒ بیان فرماتے ہیں کہ بصرہ کے ایک شخص کے کان میں کنکری چلی گئی تھی، انہوں نے طبیبوں کو دکھلایا، مگر کسی حالت میں وہ باہر نہ نکلی، رات جو حال گزرتا تھا اور دن کو بھی سخت درد ہوتا رہتا، چنانچہ حسن بصریؒ کے کسی ساتھی سے ملاقات ہوئی انہوں نے حال دریافت کیا، معلوم ہوا کہ کنکری کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں، فرمایا کہ تم کو حضرت علاء کی دعا ہی شفا بخش سکتی ہے جسے ایک غزوہ میں سمندر پار کرنے کے لئے پڑھا تھا وہ یہ ہے "یا علی یا عظیم یا حلیم یا علیم"۔ یہ دعا پڑھ کر کان میں کسی سے پھونک کرائی، فوراً کنکری نکل کر باہر گر گئی۔ حیاۃ الحیوان میں اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے۔

حضرت خوات بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شدید قحط کے حالات طاری ہوئے تو ایک دن حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ ایک میدان میں آئے اور دو رکعت نماز ادا کی، چادر اوڑھی، داہنا سرا بائیں جانب کاندھے پر ڈالا اور بایاں داہنے طرف اور ہاتھ پھیلا کر عرض کرنے لگے کہ "اللھم انا نستغفرک ونستسقیک" بس دیکھتے دیکھتے بادل چھا گیا اور سخت بارش آئی۔ اس کے بعد بہت سے دیہاتی آپ کے پاس آئے انہوں نے بیان کیا کہ بارش کے دوران ایک آواز پہاڑوں کے درمیان سنائی دی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ الغوث ابا حفص، اے ابو حفص کی اولاد میں حضرت عمر تیرے لئے مدد آ پہونچی۔ بدایہ میں اس واقعہ کو ابن کثیر نے درج کیا ہے۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے پاس تھا دیکھا کہ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی زمین پیاسی ہے، سخت قحط کا سامنا ہے، بارش کے لئے دعا فرمایئے، لہٰذا حضرت انسؓ اٹھ کھڑے ہوئے، وضو فرمایا، میدان میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا فرمائی، اسی وقت آسمان پر گھنگھور گھٹا آئی اور بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش ختم ہوگئی تو حضرت انسؓ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ دیکھو بارش کہاں تک ہے، ان کے ساتھی نے واپسی میں بڑی دیر کی، آنے کے بعد یہ کہا اے ابو حمزہ بارش بہت دور تک ہے، مجھے کسی نے ابھی یہ نہیں بتلایا کہ فلاں جگہ خشک ہے۔ اس پر حضرت انسؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ تاریخ اسلام میں حضرت علامہ ذہبی کے قلم سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے، اصابہ میں بعینہٖ یہی واقعہ موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں جب بحرین سے لوٹا تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی، ان پر میری نگاہ پڑی تو سلام عرض کیا، فرمایا کہ بحرین سے کیا لیکر آئے ہو۔ میں نے کہا کہ پانچ لاکھ درہم۔ فرمایا کہ کچھ کہا بھی کرتے ہو، تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو، ابو ہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ ہاں معلوم ہے ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ پانچ مرتبہ اس کلمہ کو دہرایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس وقت نیند تم پر غالب ہے، جاؤ سو جاؤ، صبح آنا، میں پھر صبح سویرے حضرت عمرؓ کے پاس آئے، فرمایا اب بتاؤ بحرین سے کیا لائے، فرمایا کہ پانچ لاکھ درہم، فرمایا کیا سب کا سب مال حلال ہے، تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ میرے پاس بہت مال آگیا ہے کہو تو گن گن کر دوں اور کہو تو تول تول کر دوں۔ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے عجم کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے موقع پر رجسٹر پر لکھتے ہیں کہ کس کو کتنا دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ سب کو گن کر بانٹ دو، مہاجر کو پانچ ہزار اور انصار کو چار ہزار درہم، اور امہات المومنین کو بارہ ہزار، سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے حضرت زینب بنت جحش کو اپنے سامنے بارہ ہزار بھیجا، جب مال ان کے پاس پہونچا تو فرمایا کہ اللہ عمرؓ کو بخشے، ہماری دوسری بہنیں مجھ سے زیادہ مستحق ہیں، انہیں شبہ ہو گیا کہ حضرت عمرؓ نے سارا مال مجھے ہی بھیجدیا ہے، لیکن لانے والے نے فرمادیا تھا کہ یہ سب آپ ہی کی خدمت میں پیش ہے اس میں دوسروں کا حصہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ فلاں جگہ رکھدو اور اس پر ایک کپڑا ڈال دو۔ برزہ بنت رافع کہتی ہیں حضرت زینب نے مجھے بلایا اور کہا کہ اس کپڑے کے اندر ہاتھ ڈالو اور جتنا تمہاری مٹھی میں آئے نکال لو اور فلاں فلاں یتیموں اور بیواؤں کو دیدو یہ سب انہیں کا حق ہے۔ برزہ نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے؟ فرمایا کپڑے میں جو بچا ہے وہ تمہارا ہے۔ میں نے جب کپڑا اٹھایا تو اس میں تقسیم کے بعد صرف پچاسی درہم باقی رہ گئے تھے، برزہ کہتی ہیں کہ حضرت زینب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ مجھے حضرت عمرؓ کے عطیات حاصل کرنے کے لئے دنیا میں باقی نہ رکھ، لہٰذا اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ثابت رضؓ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کی عیادت کو گئے، ان پر مرض کی شدت تھی، تھوڑی دیر میں انتقال ہو گیا، ہم لوگوں نے ان کو ایک کپڑا اڑھا دیا، ان کی والدہ یہ منظر دیکھ کر ان کے سرہانے آکر بیٹھ گئیں، کسی نے ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہو کہ ان کا انتقال ہو گیا، جاؤ اٹھ بیٹھو، اللہ سے ان کی مغفرت کی دعا کرو۔ انہوں نے کہا کیا حقیقت میں میرا بیٹا داغ مفارقت دے گیا، تم لوگ صحیح بات کہہ رہے ہو، لوگوں نے کہا ہاں حقیقت میں وہ مر گئے، پھر بوڑھی ماں نے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھا اور اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے کس حالت میں ایمان قبول کیا اور ترک وطن کر کے آپ کے رسول کے پاس ہجرت کی، اب ہر مصیبت میں میری مدد کیجئے۔ اس وقت میں بوڑھی ہوں، مجھ پر رحم فرمایئے، بیٹے کی موت کی مصیبت میں میری مدد کیجئے۔ ماں کی یہ بات فوراً قبول ہو گئی اور بیٹے نے اپنے سر سے چادر ہٹا دی۔ حضرت کہتے ہیں کہ اس دن ہم نے ان کے ساتھ کھانا کھایا پھر اپنے گھر کو لوٹے۔ (امام بیہقی نے دلائل نبوت میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے)

حضرت محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں داخل ہوا، منبر کے پاس ایک شخص بارش کے لئے دعا کر رہا تھا، تھوڑی دیر میں بادل آسمان پر چھا گیا اور سخت بارش ہوئی، بجلی کی کڑک دل کو دہلانے لگی تو اس نے کہا کہ اے میرے رب میں نے پانی مانگا تھا بجلی کی کڑک نہیں مانگی تھی، لہٰذا اس کے بعد صرف پانی برسا اور بجلی کی چمک اور کڑک رک گئی۔ جب وہ آدمی مسجد سے نکلا تو میں اس کے پیچھے پیچھے چلا کہ معلوم کروں وہ کہاں جاتا ہے اور کس قبیلے کا ہے، وہ آل حزم یا آل عمر کے خاندان میں چلا گیا، میں نے دوسرے دن کچھ تحفے لئے اور اس کے لئے گیا، جب اس سے ملاقات ہوئی اور میں نے تحفہ پیش کیا تو اس نے لینے سے انکار کیا، تو میں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ حج بیت اللہ کو چلئے، اس نے کہا کہ بہتر ہے اس میں آپ کے لئے اجر مقدر ہے لیکن میں کسی چیز کا طالب نہیں، آپ مجھے مال کا محتاج نہ سمجھئے، اگر میں نے قبول کیا تو آزمائش کا دروازہ کھل جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ میں ایک بار ہمارے ساتھ محمد بن منکدر نکلے۔ جب لوگوں کو بھوک لگی تو ایک شخص نے کہا کہ مجھے کھجور اور پنیر کی خواہش ہے، ایک شخص نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں ہمارے ساتھ نہیں ہیں، حضرت منکدر ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے مانگو کہ وہی دینے والا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے

پس لوگوں نے اللہ سے دعا کی کہ کھجور اور پانی کھلادے۔ تھوڑی دیر چلے ہوں گے کہ ایک ٹیلی پر نظر پڑی تو دیکھا کہ اس میں کھجور راہ میں پڑی ہے، وہ کسی قافلہ کی گذرگاہ نہ تھی، اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ بھیجا، لہذا سب نے اس ٹیلی سے کھایا، معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی مقام رودھار جو مدینہ منورہ سے قریب ہے، وہاں سے لاکر ڈالا گیا ہے، ایک شخص نے کہا کہ کاش شہد بھی ہوتا، تو حضرت منکدر نے فرمایا کہ اس کے لئے بھی کیوں نہ درخواست کی، پھر لوگوں نے شہد کے لئے بھی دعا کی، کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک مٹکے پر نظر پڑی جس کا منہ چھوٹا تھا شاید بہت بڑا تھا اس میں شہد بھرا ہوا تھا سب نے اس سے سیر ہو کر شہد کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ابن رجب حنبلی نے جامع العلوم میں نقل کیا ہے اور بعض دوسرے مورخین مثلاً علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔

حضرت علی بن زید فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیبؒ کے پاس گیا تو ایک شخص پر نظر پڑی جس کا چہرہ بالکل سیاہ تھا، اور جسم گورا سفید، میں نے پوچھا حضرت یہ کون آدمی ہے اور کس ملک کا باشندہ ہے اس کا سر سیاہ اور جسم گورا ہے، فرمایا کہ بہت دنوں سے یہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو گالی دیا کرتا تھا جسے اس کو منع کیا مگر وہ نہ مانا۔ میں نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تمہارا منہ کالا کردے لہذا ایک دانہ اس کے چہرہ پر نکلا اس سے اس کا منہ سیاہ ہو گیا، باقی جسم سفید ہے۔

حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی نے بتلایا کہ ایک سفر میں ایک ایسے شخص کا ساتھ ہو گیا۔ جو حضرت ابو بکرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا، ہم لوگوں نے اس کو منع کیا پھر وہ حضرت عمرؓ کو بھی گالی دینے لگا۔ ہم لوگوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اتنے میں بھڑوں کا چھتہ جو ایک درخت میں لگا ہوا تھا اس کو اس نے چھیڑ دیا، بھڑوں نے اس پر حملہ کیا وہ زور زور سے چیخنے لگا، ہم لوگ مدد کو دوڑے، بھڑوں نے ہم پر بھی حملہ کیا لہذا ہم لوگ تو بھاگ نکلے لیکن بھڑوں نے اس کو مار ڈالا اور اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ ابن سبع نے شفاء الصدور میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت ثابت بن شداد فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان نے احد کی جنگ میں یہ دعا کی " اے اللہ میں تجھکو تیری قسم کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو میری یہ دعا قبول کرلے کہ میں اس جنگ میں قتل کیا جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں، لہذا وہ اسی جنگ میں شہید ہو گئے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ نعمان نے جو دعا مانگی اسے اللہ نے قبول کر لیا، ابن رجب حنبلی نے جامع العلوم میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا تو میں نے پوچھا کہنے لگے تمہارا یہ حال ہے، کہنے لگا کہ میں نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ میں حضرت عثمانؓ کو طمانچہ ماروں گا مجھے اس کا موقع نہ مل سکا لہذا جب وہ شہید ہو گئے تو دیکھنے گیا میں نے اس حالت میں ان کو اپنی قسم پوری کرنے کے لئے طمانچہ مارا۔ جب وہ میرا منہ بولنے کے لائق نہ رہے، کسی نے ان کی بیوی کو فوراً یہ واقعہ بتلایا، اس نے مجھے مخاطب کیا اور یہ کہا کہ خدا تیرا ہاتھ شل کردے اور جہنم میں داخل کرے تو نے میرے مقتول شوہر اور خلیفۂ رسول کو تھپڑ مارا اسی وقت سے میرا ہاتھ شل ہے اور اب مجھے جہنم کا انتظار ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے غلام نے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت سعدؓ کو ایک عورت بار بار جھانکتی تھی، حضرت سعد نے اس کو منع کیا لیکن وہ نہ مانی، ایک دفعہ حضرت وضو کر رہے تھے کہ اس نے دیکھنا شروع کیا، حضرت سعد نے فرمایا کہ اللہ تیرا چہرہ پھیر دے اسی وقت اس کی گردن پھر گئی اور چہرہ پیٹھ کی جانب ہو گیا، لہذا وہ ہمیشہ پیچھے کی جانب چلتی تھی، حضرت سعد بن وقاص کے تذکرے میں حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس کو نقل کیا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید خزاعی فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ایک شخص میرے ساتھ تھا اس کے ساتھ اس کا غلام گھوڑے پر سوار تھا، کچھ دیر کے بعد غلام غائب ہو گیا، پس جب ساتھیوں نے کوچ کیا تو وہ شخص بہت پریشان ہوا کہ غلام اور گھوڑے کے ساتھ ساتھ کچھ سامان بھی گیا، اس شخص نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کے دعا کی، اللہ میرے غلام کو گھوڑے اور سامان کے ساتھ واپس کر دے، لہذا پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کا گھوڑا اور غلام حاضر تھا۔

حضرت عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا اور میرے ساتھ ایک غلام تھا، نیک اور عبادت گذار تھا اسی غزوہ میں اس کا انتقال ہو گیا ہم لوگوں نے اس کو دفن کیا تو وہاں سے لوٹے نہ تھے کہ اس کی لاش قبر سے باہر نکل پڑی جیسے کہ زمین نے اس کو قبول نہ کیا پھر دوسری جگہ اس کو دفن کیا وہاں بھی ایسا ہی ہوا، پھر تیسری جگہ دفن کیا پھر بھی وہی ہوا، آخر میں ہم لوگوں کو ایک جگہ اس کو چھوڑ دینا پڑا، اتنے میں گدھ لاش پر آ پڑے اور نوچ نوچ کر اسے کھا گئے، جب ہم لوگ بصرہ پہونچے تو میں نے اس کی ماں کے پاس آکر واقعہ سنایا تو اس نے کہا کہ میرا بیٹا اپنی عبادت و ریاضت کے سبب نہایت مستجاب الدعوات تھا میں نے اکثر اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ مجھ کو حشر کے دن چڑیوں کے گھونسلے سے اٹھا لو۔ لہذا اس کے سارے اجزائے جسم چڑیوں کے پیٹ میں چلے گئے، قیامت کے دن اب وہ وہیں سے اٹھے گا۔

حضرت سری بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ عجم کے ملوک کی ایک فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ ہو گیا، مسلمان ایک ٹیلہ پر قبضہ کرکے وہیں سے مقابلہ کر رہے تھے لیکن چونکہ عجمی بادشاہ کا لشکر بے پناہ تھا اس نے ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا، بادشاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو گھیرے رکھو اور کوئی دانہ، پانی ان تک نہ پہونچے، یہ بھوک کی شدت اور پیاس کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اور ہتھیار ڈال دیں گے، اس وقت سخت گرمی کا زمانہ تھا اور سر پر کوئی سایہ نہ تھا، لہذا مسلمانوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ لہذا انہوں نے اللہ سے بارش مانگی، بادل چھا گیا اور خوب زور کی بارش ہوئی، سب نے اپنا اپنا برتن بھر لیا، عجمی بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تم ان کا گھیراؤ مت کرو، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آسمان سے ان کے کھانے اور پینے کا انتظام ہوا ہے، لہذا فوج نے محاصرہ چھوڑ دیا اور واپس چلی گئی۔ ٭ ٭ ٭

## (بقیہ صفحہ ۲)

کا تذکرہ آتا تو طبیعت پر بہت اثر پڑتا اور فرماتے کہ تو میرے سامنے امت کے اختلاف کا تذکرہ نہ کیا کر کہ یہ بہت بڑی لعنت اور روگ ہے جو اہل علم کے قریب نہ آنا چاہئے، اسے جاہلوں میں فروغ ہوتا ہے اور یہ شجر النبیذ میں پنپتا ہے، اور اس کو اس سے بچاؤ، ایسی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ نہ دو جس میں بربنائے حسد یا بربنائے جہل کسی پر خواہ مخواہ گندگی اچھالی گئی ہو، اسی مرض الموت میں مقالات احسان کی ترتیب دی جو ان کے ایک شاگرد ابوالحسن ذوالفقار احمد نے حضرت کے کلمات کو ضبط قلم کیا ہے، جو فتوح الغیب کا ترجمہ ہے، اور فتوح الغیب حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا شاہکار ہے، فرماتے تھے کہ لوگ حضرت کو خاطر خواہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ حقیقت میں شیخ الشیوخ اور علوم ظاہری و باطنی کے مرجع تھے ان سے مجھے قلبی لگاؤ اور قربت ہے۔ کچھ نااہلوں اور ناعاقبت اندیشوں نے ان کا نام لیکر لوگوں کو گمراہ کیا، اور اعمال ان کی مرضی کے خلاف پیش کرتے رہے حالانکہ ان کے عمل مقبول اور ان کی باتیں بیک قلم توحید و سنت کی تعلیم دیتی ہیں، ان کا متعلقہ بننا کتاب و سنت کے مقاصد پر عمل کرنے کے مرادف ہے، حضرت مسلکاً حنبلی تھے، ایک جملہ ان کا بہت مشہور ہے "لا یکون ولیاً حتیٰ یکون حنبلیاً"،

اس وقت تک کوئی اللہ کا ولی نہیں بن سکتا جب تک کہ حنبلی نہ بن جائے اس کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حنبلیوں کو کتاب و سنت سے بہت زیادہ قربت تھی، انہیں لوگوں کو اصحاب ظواہر کہا گیا ہے۔

حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت میں سند تھے، اور آپ کی علم دوستی، تقویٰ و طہارت اور ذات نبوی سے مناسبت کسی پر عیاں نہیں ہے، لہذا جو لوگ حنبلیت اختیار کرتے بلاشبہ وہی لوگ اپنے وقت کے قطب وابدال بنتے تھے۔ ولایت ان کا قدم چومتی تھی، خدا ہم لوگوں کا حشر بھی انہیں کے ساتھ کرے تو کیا بات ہے، اس وقت ہم کہہ سکیں گے کہ فزت و رب الکعبۃ ٭ ٭ ٭

پندرہ روزہ ترجمان
دہلی میں
اپنے اشتہارات دیکر تجارت کو فروغ دیجئے

# بیروت کے حالیہ المیہ پر
## مولانا ابوالحسن علی ندوی کا
## بیان

بیروت میں اسرائیل کی وحشیانہ اور سفاکانہ کارروائیوں، فلسطینی پناہ گزینوں اور مجاہدین آزادی کے جبری اخلاء اور آخر میں لبنان کے مارونی عیسائیوں اور فلانجسٹ کے ہاتھوں باقی ماندہ فلسطینیوں کا بے رحمانہ قتل عام ایسا واقعہ ہے جو موجودہ دور اور متمدن دنیا میں عرصہ سے پیش نہیں آیا اور جس کی نظیر دور دور نہیں ملتی۔

اس سے ایک طرف روز روشن کی طرح یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ موجودہ انسانی نسل میں اور اچھے متمدن تعلیم یافتہ اور تہذیب کے مدعی انسانوں میں بھی، اب بھی وہ خون انسانی بلکہ خونخواری پائی جاتی ہے، جو ہزاروں برس پہلے کے دور جہالت کی خصوصیت اور بعض آدم خور قوموں اور قبائل کی روایت سمجھی جاتی تھی اور اسکے متعلق باور کر لیا گیا تھا کہ علم و تہذیب، باہمی تعارف اور اتحاد کی ضرورتوں نے اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ بیروت کے مارونی عیسائیوں کی تنظیم حزب الکتائب یا فلانجسٹ (جس کے لیڈر مقتول بشیر الجمیل تھے) کے ہاتھوں فلسطینیوں کے وحشیانہ قتل عام نے یہ ثابت کر دیا کہ مذہبی منافرت اور تعصب بھی خاص طور پر عیسائی دنیا یا کم از کم اس خطہ میں اسی طرح زندہ ہے جس طرح چھٹی صدی ہجری (بارھویں صدی عیسوی) میں یورپ کے صلیبی حملہ آوروں کے سینے میں موجزن تھا، جنہوں نے شاہ رچرڈ وغیرہ کی قیادت میں فلسطین پر حملہ کیا تھا، اور شہر قدس (یروشلم) میں مسلمانوں کا اتنا خون بہایا تھا کہ حملہ آوروں کے گھوڑے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا عیسائی مضمون نگار کے بیان کے مطابق — گھٹنوں گھٹنوں تک خون کے چشمہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور عیاں ہو گئی کہ کسی طاقت و عزم کے سامنے جو اپنے ناپاک مقاصد کو پورا کرنے پر تلی ہوئی ہو اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مسلح و منظم اور صاحب عظم طاقت نہ ہو، محض انسانی ضمیر اخلاقی حس و انصاف و معقولیت پسند جماعتوں، بلکہ حکومتوں کی ملامت و مذمت اقوام متحدہ جیسے عالمگیر ادارہ کا احتجاج اور اس کی تجاویز پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتیں، اور ابھی تک اس متمدن دنیا میں جنگل کا قانون اور MIGHT IS RIGHT کا اصول چل رہا ہے۔

آئندہ اس عالمی ضمیر WORLD CONSCIENCE یا اقوام متحدہ UNITED NATIONS یا اپنے ہمدردوں، معقولیت پسند انسانوں کی مذمت و ملامت اور مظاہروں سے امید رکھنا طفل تسلی، فریب نفس، بلکہ خودکشی سے کم درجہ کی چیز نہیں۔ اس کی بے اثری اور بے وزنی جیسی اس المیہ کے موقع پر ظاہر ہو کر رہی ویسی عرصہ دراز سے ظاہر نہیں ہوئی تھی۔

اسی طرح یہ بات بھی ایک بدیہی حقیقت بن کر سامنے آگئی کہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں (امریکہ و روس) پر بھروسہ کر کے کوئی اقدام کرنا یا ان سے کوئی امید رکھنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت و بدنصیبی ہے جس کا اب قطعاً کوئی جواز نہیں رہا۔ نہ روس نے ان ملکوں کا ساتھ دیا (جیسے شام) جو اس کے کیمپ میں تھے نہ امریکہ نے ان ملکوں کا ساتھ دیا جو اس کی حفاظتی چھتری کے نیچے تھے اور انہوں نے اس کو اپنے مفادات کا محافظ اور اپنے وجود و بقا کا ضامن سمجھا جاتا تھا، بلکہ جہاں تک امریکا کا تعلق ہے اسرائیل اس کا سدھایا ہوا کتا (کلب معلّم) ہے جو اپنے مالک کے اشارے و اجازت بلکہ حکم سے شکار پر دوڑتا ہے اور اس کو مار کر اس کے قدموں پر ڈال دیتا ہے، جدید معلومات و بیانات نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ ہوا وہ پہلے سے امریکہ کے علم میں تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس سب سے بڑے متمدن و ترقی یافتہ ملک کے ضمیر میں جو جانوروں اور پرندوں کی تکلیف بھی نہیں دیکھ سکتا، مسلمانوں اور عربوں کے ساتھ اسرائیل اور مارونیوں کی اس بربریت نے کوئی حرکت اور اثر پیدا نہیں کیا اور وہاں اس کے خلاف اتنے مظاہرے بھی نہیں ہوئے جتنے خود اسرائیل میں ہوئے۔

یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امریکہ لبنان کو مشرق وسطی اور عربی دنیا میں بھی اسی طرح اپنی چوکی اور ایک ایسی علیحدہ غیر مسلم (عیسائی) ریاست بنانا چاہتا ہے جو اس کے مفادات کی محافظ اور اس کی ایجنٹ ہو ٹھیک جن مقاصد کے تحت برطانیہ نے عالم عربی کے قلب میں اسرائیل کو قائم کیا اور وہ اس وقت کے عرب حکمرانوں کی ضمیر فروشی، بے حسی اور کوتاہ نظری کی وجہ سے کامیاب ہو گیا جنہوں نے اس کے منشا کی تکمیل میں اپنے حقیر و محدود مقاصد کی خاطر کوئی سنجیدہ اور باعزم مزاحمت نہیں کی، بلکہ اپنی پبلک کو دھوکا دینے کے لئے جنگ کا ایک ڈرامہ کھیلا جس میں صرف ان کو اتنا ہی کردار ادا کرنا تھا جس کی ان کے اولیائے نعمت کی طرف سے اجازت دیا، مقصد برابری کے لئے ضرورت تھی۔

راقم الحروف کو اپنے ۱۹۵۱ء کے سفر بیت المقدس میں معتبر راویوں اور چشم دید گواہوں کے ذریعہ جنہوں نے تنہائیوں میں رو رو کر یہ داستان غم سنائی تھی، ان حقائق کا یقینی علم ہے اور وہ اپنے سفرنامے و روزنامچے (مشرق وسطی کی ڈائری) میں ان حقائق کا اظہار کر چکا ہے۔

ان حقائق کے ساتھ جن کا تعلق بیرونی طاقتوں، حملہ آور تنظیموں اور ان کا ساتھ دینے والوں سے ہے، اس حقیقت کا بھی علم و انکشاف اور اس کا تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اس المیہ اور قیامت خیز واقعہ کے موقع پر جس کے سامنے تمام مسلمانوں کی آنکھیں جھک گئیں، اور ان کو دنیا کے ہر حصہ میں اپنی ذلت و ہزیمت کا احساس ہوا، عالم اسلام کی بے بسی اور عالم عربی کی جس بے حمیتی و بے حسی کا اظہار ہوا، جس سے ان دونوں کو کلیۃً بری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی اصل ذمہ داری مشرق وسطی کے عرب حکومتوں پر ہے۔ مسلم و عرب عوام (جیسا کہ مجھے خاص ذرائع سے معلوم ہے) اس وقت سخت روحانی کرب اور قلبی اذیت میں مبتلا ہیں، لیکن پچھلے واقعات کے نتیجہ میں اور بڑی طاقتوں کے اشارے و مشورے پر ان کو بالکل بے بس بنا دیا گیا ہے۔ اس وقت بھی مشرق وسطی میں ایسے بڑے طاقتور اور مسلم عرب ... ملک ہیں جو تنہا اسرائیل کا مقابلہ کر سکتے ہیں، لیکن ان کی ساری طاقت، صلاحیت و ذہانت اپنے ہی قوموں اور باشندگان ملک کے دینی جذبات، اسلامی حمیت اور اظہار خیال کی آزادی اور ایک بہتر اسلامی معاشرہ اور اسلامی زندگی کی خواہش و مطالبہ کو کچلنے اور ہمیشہ کے لئے ان سے خلاصی حاصل کرنے میں صرف ہو رہی ہے اور اصل میدان جنگ اور معرکہ ان حکومتوں اور قوموں کے درمیان ہے جو ایک طرف اس کو فرصت نہیں دیتا کہ وہ مشترک خطرے کی طرف توجہ کر سکیں، دوسرے انہوں نے اس طاقت ہی کو کمزور و مجبور کر دیا جو حق و باطل اور انصاف و ظلم کی اس جنگ میں ان کے کام آتی اور اپنے جذبہ ایمانی اور سرفروشی و جاں سپاری کے وہ نمونے پیش کرتی، جو قرون اولی کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہیں اور جس کا تھوڑا سا نمونہ ۱۹۴۸ء میں انہوں نے عرب و اسرائیل کی جنگ میں فلسطین کے میدان میں دیکھا تھا، پھر ان حکومتوں کے ساتھ مختلف درآمد کئے ہوئے فلسفوں اور ذاتی اغراض کی بنا پر اختلاف و انتشار کی وہ علت لگی ہوئی ہے جس کو صرف وحدت اسلامی، جذبہ ایمانی یا مشترک دشمن کے خطرے کا شدید احساس ہی دور کر سکتا ہے اور افسوس ہے کہ ان عرب حکومتوں میں اور ان ملکوں میں جنہوں نے قومیت، اشتراکیت اور البعث العربی کے علیحدہ علیحدہ جھنڈے بلند کر رکھے تھے، متحد کرنے والی ان طاقتوں کا یکسر فقدان ہے، پھر اس کے ساتھ یہ بھی المناک حقیقت ہے کہ جو ممالک نسبتاً ان درآمدہ فلسفوں سے بچے ہوئے ہیں ان کو دولت کی بہتات اور عیش و تنعم گھن کی طرح کھا چکا ہے۔ اور اس نے ان کو کسی مہم جوئی، جفاکشی اور سرفروشی کے قابل نہیں رکھا، ان کو اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ امریکی کمپنیوں اور مال کا مقاطعہ کر کے امریکہ کے طرز عمل سے اپنی بیزاری یا ناپسندیدگی کا اظہار کریں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ پورے عالم اسلام میں اس طاقت میں تشویشناک حد تک (مخفی طور پر) زوال پیدا ہو چکا ہے جس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

ولا تهنوا في ابتغاء القوم ان ... اور دشمنوں کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا

تکونوا تألمون فانہم یألمون کما تألمون وترجون من اللہ ما لا یرجون۔ (النساء - ۱۰۴)

تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم خدا سے ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے

جس طاقت اور جذبۂ ایمانی کے مظاہر قرون اولیٰ کے مسلمانوں، درمیانی وقفوں کے جانبازوں اور تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) کے وسط میں حضرت سید احمد شہیدؒ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ترتیب کئے ہوئے ساتھیوں میں نظر آئے افسوس ہے کہ سید صاحب کی تحریک کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو برس سے اس جذبۂ ایمانی اور جذبۂ قربانی کو زندہ کرنے کی کوئی مؤثر اور منظم دعوت (کسی قدر مصر کے اخوان کو مستثنیٰ کرکے) سامنے نہیں آئی اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کی اس بے بسی اور بے کسی، بے حمیتی اور بے حسی اور اسرائیل اور جارح فرقوں کی بے باکی اور بے پروائی کی شکل میں نظر آ رہا ہے۔

آج سے ۹ — ۱۰ سال پہلے ۱۹۷۳ء میں راقم سطور نے بیروت کے چند روزہ قیام کے بعد اپنے سفرنامہ (دریائے کابل سے دریائے یرموک تک) میں ان احساسات اور خطرات کا اظہار کیا تھا جو اب واقعہ بن کر سامنے آگئے۔ مصنف کو اس وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ فلسطینی مجاہدین اور پناہ گزین بیروت میں ناخواندہ مہمان کی طرح مقیم ہیں اور وہاں کی عیسائی آبادی اور حکومت نے ان کو دل سے قبول نہیں کیا ہے اور کئی بار فلسطینیوں اور لبنانی فوج میں جھڑپیں ہو گئیں، یہاں پر اس اقتباس کا نقل کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

"(۳۰ جولائی ۱۹۷۳ء کو) ہم فدائین کے مرکز سے گزرے، جہاں لبنانی فوج اور فدائین کے درمیان معرکۂ کارزار گرم ہوا تھا، ہم نے دیکھا کہ مقابل مذہبی جذبات اور متصادم سیاسی اغراض نے اس معرکہ میں کیا کردار ادا کیا ہے۔ ملک کی آزادی، زندگی اور آبادی کے مختلف عناصر کے باہمی تعلقات پر اس جنگ کا کتنا گہرا اثر ہے، عمارتوں کی دیواروں میں گولیوں اور بموں کے نشان اور لوگوں کے دلوں میں ان کے ناسور دیکھے، پناہ گزینوں اور فلسطینیوں کا مسئلہ جس پیچیدگی، ابہام اور تضاد کا شکار ہے جس کی نظیر موجودہ دنیا کے دوسرے مسائل میں ملنا مشکل ہے اس کے سمجھنے میں مدد ملی۔

اس علاقہ سے بھی ہمارا گذر ہوا جہاں فلسطینی پناہ گزین رہتے ہیں (علاقہ میں) افلاس، پسماندگی، گندگی، اپنے مستقبل کی طرف سے مایوسی، بے اعتمادی اور موجودہ حالات سے بیزاری عام ہے، یہ تمام چیزیں اسی ملک کے لئے نہیں پورے عرب دنیا کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ صورتحال ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتی، خواہ اس کے دور کرنے میں کتنا ہی وقت لگے اور اس پر پردہ ڈالنے کی کیسی ہی کوشش کی جائے۔

دوسری طرف پورا ملک زندگی کی نعمتوں اور آسائشوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور ہر جگہ دولت کی ریل پیل ہے۔" (ص ۱۲۲)

خدا کرے یہ واقعہ جس نے سارے عالم اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کی قیادتوں کے اتحاد، اخلاص و عزم اور مسلمانوں میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور نئی بیداری اور تیاری کا سبب بن جائے کہ اس سے کم درجہ کی چیز سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی کہ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد ۔ ۔ ۔

ابوالحسن علی ندوی

# مکہ مکرمہ میں ارتحال پُرملال

مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۸۲ء صبح بوقت ۸ بجے عالی جناب محمد اقبال صاحب رحمانی کے سانحۂ ارتحال کی خبر ملی۔ اس افسوسناک اور دردناک خبر کو پا کر انجمن محمدیہ تلسی پور ضلع گونڈہ کے ارکان و اساتذہ و تلامذہ کو جو صدمہ ہوا ہے وہ ناقابل بیان ہے، انجمن محمدیہ غم میں ڈوب گئی۔ فوراً ارکان، اساتذہ و تلامذہ کی ایک تعزیتی میٹنگ کر کے جناب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی اور اس سلسلہ میں مولانا مرحوم کی یادگار کے سلسلہ میں سکریٹری انجمن محمدیہ نے ایک تجویز پیش کی اور عرض کیا کہ میری تجویز ہے کہ مدرسہ سراج العلوم بونڈیہار کو جدید بنایا جائے اور اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ اس تجویز کو بروئے کار لانے کے واسطے ہم سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔ خدا توفیق بخشے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں ایک شفاخانہ اور ایک لائبریری ان کے نام پر قائم کی جائے جس سے مسلمانوں کے جسمانی و روحانی شفا کا بندوبست ہو سکے۔

پروردگار عالم تادیر اس یادگار کو قائم رکھے اور مولانا مرحوم کے پسماندگان، تلامذہ اور عقیدتمندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

والسلام
محمد صغیر سکریٹری انجمن محمدیہ
تلسی پور ۔ گونڈہ ۔

# مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز اتوار دس بجے صبح حوض والی مسجد نئی سڑک دہلی میں ان شاء اللہ منعقد ہوگی۔

عاملہ کے تمام ممبران مطلع رہیں، ایجنڈا بذریعہ ڈاک ارسال کیا جائیگا۔ اگر ڈاک کی وجہ سے ایجنڈا ملنے میں تاخیر ہو تو اسی اطلاع کو کافی سمجھا جائے۔

المعلن
غلام نبی ہارون
جنرل سکریٹری

# دفتری اعلانات

(۱) مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کے تمام سفراء حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء بروز جمعہ صدر دفتر ۴۱۳۱ پریس اسٹریٹ صدر بازار دہلی ناظم اعلیٰ کو اپنی رپورٹ پیش کریں۔

"آفس سکریٹری"

(۲) مرکزی دفاتر اور دار الحدیث رحمانیہ کے تعمیر کا کام چالو ہے،

لہٰذا اپنے عطیات و رقم موعودہ جلد از جلد ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔

الداعی الی الخیر۔ حافظ محمد یوسف، ناظم مالیات


## اعلان

ممبران ترجمان سے گذارش ہے کہ وہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۲ء کے اندر اندر دفتر ہذا کو بقایاجات ارسال کریں بصورت دیگر ہم ان حضرات کی فہرست بقایاجات اخبار میں شائع کرنے پر مجبور ہوں گے۔

"منیجر"

# تاریخ اہلِ حدیث سے متعلق ایک عظیم المیہ

از عبدالمنان اثری

## ایک دلدوز کہانی

"دیکھو ادھر جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو"

ہمارا ملک اور علی الخصوص خود ہماری مسلم سوسائٹی آج جن انواع و اقسام کے فسادات اور کرپشن سے دوچار اور ملو ہے اگر ہم ان کی تہ اور پس منظر میں جھانک کر دیکھنے کی زحمت گوارا کر سکیں تو ایسے ایسے روح فرسا سربستہ تلخ حقائق اور ہولناک نقشے جات ہمارے سامنے آئیں گے کہ ہمارے اوسان خطا کر جائیں گے، اپنی زبوں حالی اور دینی و اخلاقی پستی پر ہمیں سینہ کوبی اور ماتم سر پیٹ لینے کے سوا اور کوئی بھی چارہ کار نہ ہو گا۔ آج ایک ایسی ہی دکھ بھری داستان اور روح فرسا کہانی کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ جو بیحد عبرتناک، نہایت دلدوز اور خون کے آنسو رلانے والی ہے اور جو آج مسلمان کہلانے والی قوم کے عمل و کردار اور اس کے ظرف و ضمیر کا ٹیپ اور فلم پیش کر دیتی ہے۔

## محمد مستقیم ڈاکو کون تھا؟ ایک مظلوم یا ایک مجرم؟

ابھی تھوڑے دنوں پہلے پھولن دیوی اور اس کے ساتھیوں کی طرح "مستقیم ڈاکو" خصوصاً ہمارے سیاسی اخبارات و جرائد کا زیب عنوان اور وجۂ سرخیاں قرار پاتا تھا اور اخبار بیں طبقہ اس کے نام اور کام سے اچھی طرح واقف ہو چکا ہے۔ محمد مستقیم ڈاکو کا نام ہماری پولیس اور انتظامیہ کے ذہن و نفسیات پر ایک مہیب بھوت کی طرح مسلط اور سوار تھا، جس سے وہ ہمہ وقت خائف اور لرزہ براندام تھی اور اس کے استیصال کے لئے گویا ہماری انتظامیہ کو قسم کھانی پڑی تھی کہ اخبار میں اطلاع آگئی کہ وہ پولیس کی گولیوں کا شکار ہو گیا، حکومت اور عوام کی طرح ہم نے بھی خوشی منائی اور چین کی بانسری بجائی کہ چلو ملک کا ایک منظم اور جرائم پیشہ اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا۔ اس لئے کہ جرائم پیشہ خواہ محمد مستقیم ہو یا رام لکھن یادو اور اس سے کسی بھی قسم کی ہمدردی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، نیز اس کے استیصال سے اور کیفر کردار تک پہونچانے کی مساعی میں حتی الوسع اپنا رول ادا کرنا حکومت اور عوام سب کا فرض ہے۔ لیکن ابھی حال ہی میں ایک نہایت ہی ایک معتبر شخصیت سے "محمد مستقیم ڈاکو" کی کہانی کا پس منظر سن کر اور معلوم کر کے میری حیرت و غم کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ایک سچا، مخلص، خدا پرست اور موحد، جری بہادر و دلیر مسلمان (جو ملت و انسانیت کے لئے ایک نہایت قیمتی اثاثہ تھا) کیوں کر اور کن حالات کے ردعمل کے طور پر ملک کے اس کلاس کے ڈاکو اور جرائم پیشہ میں تبدیل ہو گیا حتی کہ ملک کی انتظامیہ کو بیدار رکھ کر بالآخر کار پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گیا، آپ بھی سنئے اور ہماری طرح ماتم کیجئے۔

ضلع جالون واپا کا بی سرپرست اور بریلی مکتب فکر کے مسلمانوں کا گہوارہ اور گڑھ ہے، یہاں محلہ مرزا منڈی میں کسی بزرگ جناب منظور حسن صاحب چشتی کا مزار ہے جس کے سجادہ نشین ان دنوں آفریدی جسٹس جناب آل حسن بن سعادت حسین شاہ صاحب ہیں۔ مضافات کے مسلمانوں کا کل دینی و فکری سرمایہ اور ان کی تمامتر توجہات کا مرکز و محور یہی مزار شریف ہے ایسی فضا اور ماحول میں کسی سر پھرے کا توحید و سنت کا آواز لگانا اور کھلے بندوں قرآن و حدیث پر عمل کرنا گویا جان جوکھوں کا کام ہے اس کو وہی شخص جان اور سمجھ سکتا ہے جس کو اس ماحول کی نزاکتوں کا پورا علم اور مشاہدہ ہو اگر کوئی بندۂ خدا اس فضا میں جرأت رندانہ کر کے اللہ و رسول کا نام لیتا ہے تو گویا اپنے لئے مصائب و مشکلات اور فتنوں کا دروازہ کھول لیتا ہے اور اس کا حال یہ ہو گا۔

دقیقوں نے لکھائی ہے رپورٹ جا کر یہ تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مختصر یہ کہ اسی سر زمین کے باشندے بہشت کا کام کرنے والے چند نوجوان بستی پہونچے اور ان قسمت کے ماروں کی راہ و رسم اور رابطہ کتاب و سنت کے حاملین اہلحدیثوں سے کسی طرح ہو گیا اور ان نوجوانوں نے عقیدہ و عمل ہر لحاظ سے مسلک عمل بالحدیث کو اپنا لیا اور جب اپنے وطن پہونچے تو اس ماحول کے لئے وہ اب اجنبی ہی نہیں گویا کوئی دوسری مخلوق بن چکے تھے، پھر کیا تھا، قیامت آگئی اور حال یہ ہو گیا کہ

دوڑنا، لینا، پکڑنا، دیکھنا جانے نہ پائے۔

لے چلا میری شکیبائی یہ کافر لے چلا۔

اب کون سا ستم ہے جو اہل بساط نے ان سرشاران توحید و سنت پر ڈھائی نہ گئی ہو لیکن جب ہمارے سنی مسلمان ان چند بلا کشان راہ حق کے خلاف ہر آن ایک نئی قیامت برپا کر کے بالکل تھک ہار گئے۔ اور ان دیوانگان راہ سنت کے پائے عزیمت و استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش و سرنگونی نہ آئی۔ اور وہ پیکر صبر و ہمت گویا بزبان حال یوں نغمہ سرا تھے۔ کہ

ادھر آ کے پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں۔

ناچار سنی مسلمانوں نے تھانہ اور پولیس کی دہائی دی اور انتظامیہ کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔

### ہماری انتظامیہ اور پولیس

اگر یہ کہا جائے کہ اپنے احساس ذمہ داری اور حسن کارکردگی میں ہماری پولیس اور انتظامیہ شہرۂ آفاق ہے اور بلاشبہ جن کے نزدیک حق و ناحق اور عدل و ظلم کا معیار و انحصار صرف منہ بھرائی کی کمیت و مقدار ہے اور بس!

جو گڈی اور کیس کا مضبوط اور مقدار نے پیش کرنے میں ہنر کا ماہر اور حاتم ہو، سرسری قدرتی ہر قسم کی مراعات و امداد کا مستحق اور میدان صرف اسی کا ہے گویا ہمیں کہ

اے خلاد! تیری ستمگاری پر نثار
سنتے ہیں پولیس والے بھی گنتے جائیں گے۔

پھر کیا تھا اسی سنت جاریہ کے مطابق سنی مسلمانوں کی امداد کے لئے نہ صرف یہ کہ پولیس پہونچ گئی بلکہ ان قسمت کے مارے چند سرپھروں کے گھروں پر چڑھ دوڑی اور اب ان کے لئے اپنے گھروں کی چہار دیواری میں بھی پناہ نہ تھی اور اللہ کی اس فضا میں سانس لینا محال ہو چکا اور ان کے اہل و عیال کی آبرو تک کی کوئی سیکورٹی اور خیر نہ رہی، پھر مرنے کے سوا کیا کرتا۔ اخا یئس الانسان طال لسانہ!

جب انسان زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کی زبان دراز ہو جاتی ہے کسنور مغلوب یصول علی الکلب، جیسے کہ عاجز بلی کتے پر جھپٹ پڑتی ہے۔

جب پولیس کی دست درازیاں برداشت سے باہر ہو گئیں تو کسی پولیس مین کو گھر ہی ڈھیر کر دیا۔ اور قانون کے خوف سے چھپ گئے لیکن ہماری بہادر پولیس نے جب تعاقب و یلغار کیا تو پھر نہیں معلوم کتنے پولیس مین اور ان لوگوں سے پورا پورا حساب چکایا۔ جنہوں نے عمل بالکتاب والسنۃ جرم بے گناہی کے پاداش میں فتنۂ عظیم اور قیامت کھڑی کی تھی۔ (بقیہ صفحہ ۱۲)

# مساجد اہلحدیث کی سخت ضرورت ہے

چوہان بانگر بند سیلمپور دہلی جمنا پار میں مسجد اہلحدیث کی سخت ضرورت ہے، اس علاقے میں کافی تعداد میں اہلحدیث رہتے ہیں جو سنت کے مطابق عمل کرتے ہیں، اللہ کے فضل و کرم سے اس علاقے میں جو عالم آچکے ہیں اور آتے رہتے ہیں ہم لوگ آپ سب ہی صاحبان کو بتلانا چاہتا ہوں، جن کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا ہے مولانا عبدالصمد صاحب مرحوم بہار، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم شاہ گلی مولانا عبدالوہاب صاحب آگرہ، مولانا عبدالحمید صاحب رحمانی، مولانا عبدالکلام صاحب دہلی، مولانا عبدالواحد صاحب عزیز، اہلحدیث صدر بازار دہلی، مولانا عبدالواحد صاحب مدھیہ پردیش، مولانا شوکت علی صاحب رامپوری، مولانا کتاب اللہ صاحب، مولانا عبدالسعید صاحب، مولانا عبدالماجد صاحب افریقی، مولانا یعقوب صاحب جوناگڑھی، مولانا عبدالرحمٰن صاحب سامرودی، مولانا عبدالرؤف صاحب گھڑی ساز صدر بازار، وغیرہ وغیرہ بہت سے عالم آچکے ہیں۔

یہاں پر میں محمد اسماعیل جماعت غیر جماعت کے تعاون سے بیان کرتا رہتا ہوں غیر جماعت کے لوگ تسلیم بھی کر لیتے ہیں لیکن عبادت کرنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے عمل سے محروم رہتے ہیں اور مسجد نہ ہونے کی وجہ سے ہماری جو نسلیں ہیں ان کو اسلام کی تعلیم بھی نہیں ملتی ہے اس علاقے میں مسجد اہلحدیث تعمیر کرانیوالے صاحبان — قیامت تک ثواب حاصل کرنیوالے صاحبان، سکریٹری الٹھائیں کو اسلام کے صحیح راستہ پر لانیوالے صاحبان آخرت میں خدا کی رضا اور بلندی حاصل کرنے والے صاحبان اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو کر حساب دینے والے صاحبان ہماری نسلوں کو بچالو، گمراہی سے بچالو، اسلام کو بچالو لاوارث نہ ہونے دو، ہم لوگوں نے سنا ہے کہ جب مسجد میں لوگ زیادہ آجاتے تھے مسجد کی جگہ ناکافی ہوتی تھی تو ہمارے خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کو خریدا اور مسجد کے لئے وقف کردیا۔

آج افسوس ہوتا ہے اس دنیا میں ایسے اسلام کا اور مسلمانوں کا کوئی رہبر نہیں ہے جو کہ اسلامی علاقے میں ایک مسجد بنوا سکے، ایک سنت کے زندہ کرنے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور پھر مسجد بنوا کر لوگوں کو مسلمان بنا کر شرک و بدعت کے راستے کی طرف بلانا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرانا، اماموں کی تقلید ختم کرانا، صحیح راستہ دکھانا، ہم سب کو اسلام کے ٹھیک راستے پر چلانا سب ہی پر فرض ہے، بجائے غیر مسلک والوں کو مسلک پر لانے کے ہماری جو نسلیں ہیں وہ تقلیدی راستہ کو استعمال کرتے ہیں وہ صاحبان سامنے آئیں جن کو پروردگار نے اپنی دی ہوئی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔ اللہ کا یہ حکم ہے کہ آپ صاحبان خدا کا گھر بنانے میں خرچ کریں اور خدا کے ان بے خبر بندوں کو اللہ کی توحید پہنچادیں، رب العالمین آپ صاحبان کو اس مسجد اہلحدیث کی تعمیر کا بہت اجر و ثواب دیگا، آپ کے درجے بلند فرمائے گا، آمین۔

آپ سب ہی صاحبان سے گذارش ہے اور خدا سے دعا ہے ہم کو اور آپ لوگوں کو ہدایت دے اور جمنا پار کے ایریے میں مسجد بنانے کی توفیق دے آمین۔

جمنا پار کے اس علاقے میں سو سے بھی زیادہ مسجدیں مقلدوں کی ہیں، مسلک اہلحدیث کی ایک بھی مسجد نہیں ہے، اب جماعت کو خود بھی غور کرنا چاہئے ۲۳ مئی بروز جمعہ صدر بازار دہلی میں ایک میٹنگ ہوئی تھی لیکن اس میٹنگ سے کچھ نتیجہ نہیں نکلا اور سب اٹھ کر چلے گئے۔ میٹنگ میں رکھا گیا تھا کہ مسجد کے لئے زمین کہاں تجویز کی جائے تو اللہ کے فضل و کرم سے زمین بھی دیکھی گئی جو چار سو گز کا پلاٹ ہے جس کی لمبائی، و نمازی ایک صف میں آتے ہیں اتنا صفیں جس میں۔ پلاٹ کی لمبائی ۸۲ فٹ اور چوڑائی چوالیس فٹ ہے، قیمت ایک لاکھ ہے۔ اس علاقے میں زمین کا ریٹ اس وقت پانچ سو روپیہ گز ہے، زمین کے مالک غیر مسلم نے مسجد کی وجہ سے دو سو پچاس روپیہ گز دینے کو کہا ہے یہ بھی اللہ کا فضل ہے، لیکن ہمارے مسلمان بھائیوں پر بالخصوص دہلی والوں پر افسوس ہوتا ہے کہ اتنی کم قیمت کی زمین نہ خرید کر ایک اسلام کے اوپر گہرے دکھ کا کام ہوتا ہے، اللہ سے یہ دعا ہے کہ دہلی شہر سے باہر جمنا پار جتنے بھی ہمارے بھائی

اہلحدیث ہیں، آپ صاحبان ہم لوگوں کو مسجد بنوا کر دیں اور قیامت تک کا ثواب حاصل کریں، جب سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک ایک اہل حدیث والی مسجدیں بنوانے کی استطاعت رکھتے ہیں، ایک مسجد بنوانے میں ان کو کوئی مشکل نہیں۔ وہ ہمارے علاقے چوہان بانگر نیو سیلم پور شاہدرہ دہلی ۵۳ کے علاقے کا دورہ کریں اور مسجد بنوائیں، گمراہی سے نکالنے کی ضرورت ہے، سنت کے مطابق عمل کرنے کے لئے مسجد تعمیر کرائی جائے، ہم سب لوگ آپ صاحبان سے یہی گذارش کرتے ہیں اور اللہ رب العالمین سے دعا کرتے ہیں آپ کو اور ہم سب کو مسجد بنوانے کی توفیق دے۔ آمین۔

جس حالت میں ہم لوگ رہتے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ صاحبان کو چشم دید دیکھا یا جائے، لیکن مجبور ہیں صرف تحریر سے ہی حوالہ دے سکتے ہیں، ہم لوگوں پر ترس کھاؤ، آپ صاحبان کا ہم لوگوں پر احسان ہوگا، جتنے نمازی اس مسجد میں نماز ادا کریں گے اس کا اجر و ثواب آپ صاحبان کو ملے گا، آپ جانتے خود بھی جانتے ہوں گے، میں نے شہر سورت کے اندر دیکھا ہے کہ ایک مسجد ہی ہے جس میں ایک ہی شخص نے روپیہ لگایا ہے، تقریباً پانچ لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ ایسا ہی کوئی اللہ کا نیک بندہ ہمارے علاقے میں بھیج دے، ہماری نسلیں درست ہو جائیں اور لکھنے کے لئے بہت کچھ ہے، اتنے ہی لکھنے پر بہت کچھ ہو سکتا ہے ہمارے اس علاقے میں پیروی کرنیوالے یہ ہیں، محمد اسماعیل چائے والے، حاجی نسیم احمد صاحب، ماسٹر عبدالرحیم صاحب، شمس الاسلام صاحب، حافظ محمد سلیم صاحب، عبدالحفیظ صاحب، بشیر احمد صاحب، مولانا عبدالرؤف صاحب، انیس الرحمٰن صاحب، دین محمد صاحب، مقصود احمد صاحب، ان گیارہ اشخاص پر مشتمل ہے (پتہ یہ ہے) محمد اسماعیل ایس، ایس ٹی اسٹال سی ۲/۴۷ گلی نمبر ۲ چوہان بانگر، نیو سیلم پور، دہلی ۱۱۰۰۵۳

## (بقیہ صفحہ ۱)

نوبت با ینجا رسید کہ وہ اپنے گھر والوں سے بچاؤ کھڑے ہوئے اور اس ظلم و بے انصافی کے خلاف رد عمل اندر ہی اندر ان کے طبیعت پر آب با قاعدہ ڈاکو اور جرائم پیشہ بن گئے۔ انہیں مظلوم نوجوانوں کا ایک سرگردہ اور ممتاز فرد "محمد مستقیم ڈاکو" کے نام سے ملکی اخبارات کی شہ سرخی اور زینت بن گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دیاللرزیۃ دیاللمصیبۃ ؎

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین

؎ بلبل از دست غیر نالہ کند ٭ سعدی از دست خویشتن فریاد

یہ ہے ہمارا ملک اور یہ ہے ہمارا مسلم سماج کہ صحیح اسلامی عقیدہ عمل اور قرآن و حدیث کو اپنا مسلک اور حرز جاں بنانے والوں کا یہ جرم بے گناہی اور اللہ کے ساتھ یہ سلوک کہ جس نے کچھ نہایت شریف، مخلص، خدا پرست اور ملک و سماج کیلئے چند مفید مسلمانوں کو جرائم پیشہ اور ڈاکو بننے پر مجبور کر دیا۔ ٭٭

# درخواست مغفرت و نماز جنازہ غائبانہ

بمبئی کلیان بلڈنگ والی مسجد کے ایک مقتدی گذشتہ ہفتہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو چل بسے۔

ان کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند نیز مسجد کے خادم بھی تھے۔

قارئین حضرات سے دعاء مغفرت اور نماز جنازہ غائبانہ کی پرزور اپیل ہے۔

والسلام

شریک غم

این، جی، ٹیلر سورت۔

10/9/82

D (D) 712·

# FORTNIGHTLY TARJUMAN

317, PRESS STREET, SADAR BAZAR, DELHI-110006

# مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مطبوعات

| | |
|---|---|
| بنت العالمین مکمل سیٹ | ۷/۵۰ |
| ترمذی شریف مکمل | |
| تاریخ اسلام مکمل سیٹ | ۱۰۰/۰۰ |
| ترجمان القرآن (اول دوم سوم چہارم مکمل سیٹ) | ۱۲۵/- |
| قاموس الجدید اردو عربی | ۲۷/۰۰ |
| المنجد | ۸۰/۰۰ |
| اسلامی وظائف | ۱۵/۵۰ |
| یسرنا القرآن سیکڑہ | ۸۰/۰۰ |
| پارہ عم " | ۴۵/۰۰ |
| قاعدہ بغدادی " | ۲۰/۰۰ |
| شہدائے احد | ۵/۵۰ |
| رہبر کامل | ۵/۰۰ |
| جبین نیاز محمدی نماز | ۳/۰۰ |
| کتاب الجنائز | ۵/۵۰ |
| فتاوی علماء حدیث اول | ۹/۵۰ |
| " " دوم | ۱۸/۰۰ |
| قرآنی شمعیں اول | ۷/۵۰ |
| " " دوم | ۷/۵۰ |
| انسان اپنے آپ کو پہچان | ۱/۵۰ |
| اسلامی نظام حکومت کے ضروری اجزاء از علامہ محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ | ۲/۰۰ |
| درجات الیقین، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ | ۱/۵۰ |
| دستور المتقی مجلد | ۱۲/۰۰ |
| " " غیر " | ۱۰/۰۰ |
| چمن اسلام قاعدہ | ۱/۵۰ |

| | |
|---|---|
| چمن اسلام اول | ۱/۵۰ |
| " " دوم | ۲/۷۵ |
| " " سوم | ۳/۵۰ |
| " " چہارم | ۴/۵۰ |
| " " پنجم | ۵/۵۰ |
| اسلامی کہانیاں اول | ۱/۵۰ |
| " " دوم | ۲/۰۰ |
| " " سوم | ۳/۵۰ |
| معلومات عامہ اول | ۱/۵۰ |
| دوم | ۲/۰۰ |
| سوم | ۲/۵۰ |
| آسان حساب اول | ۱/۵۰ |
| دوم | ۲/۰۰ |
| سوم | ۲/۵۰ |
| ہندی پرائمری بک | ۱/۰۰ |
| حسن بصری | ۱/۰۰ |
| فضائل ماہ محرم و یوم عاشورہ | ۱/۰۰ |
| ایمان المانیات | ۳/۰۰ |
| حب رسولؐ کے مظاہرے | ۱/۵۰ |
| دینی تحریکوں میں بناؤ بگاڑ کا مفہوم | ۵/۵۰ |
| ثنائی پاکٹ بک | ۱/۵۰ |
| اسلام اور اہل حدیث از حضرت مولانا ثناء اللہ | ۵/۵۰ |
| وجہ ایصال ثواب | ۲/۰۰ |
| اسلامی فقہ علامہ عبدالرحمن رحمانی | |
| کلمہ طیبہ سی بی خان | ۱/۰۰ |
| شرک کیا ہے؟ امام ابن تیمیہؒ | ۲/۵۰ |

| | |
|---|---|
| توحید کیا ہے؟ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب | ۲/۵۰ |
| مسنون دعائیں عاصم نعمانی | ۱/۲۵ |
| کردار کا جادو شاہ بلیغ الدین | ۱/۵۰ |
| قانون الٰہی یا امانی عبدالقادر عودہ شہیدؒ | ۲/۵۰ |
| چالیس حدیث امام نوویؒ انگریزی، اردو | ۸/۰۰ |
| قرآن اور دعوت انقلاب سید قطب شہید | ۲/۲۵ |
| اقبال اور شو غلام ڈاکٹر ایس اے رحمٰن ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان | ۶/۰۰ |
| مولانا مودودی مجرم کیوں؟ سبحان خان | ۲/۵۰ |
| زاد اخلاق پروفیسر عبدالصمد صارم | ۳/۰۰ |
| رہنما کتاب حافظ محمد ذکی | ۵/۰۰ |
| حضرت عائشہؓ کی شادی اور اصل عمر محمد فاروق خاں، ایم، اے | ۰/۷۵ |
| انسانیت کی تعلیم اور اسلام پروفیسر عبدالحمید صدیقی | ۱/۰۰ |
| رسول اللہ ﷺ کی نماز علامہ محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ | ۷/۰۰ |
| مثالی معاشرہ شفیق احمد سعید انبالہ والے | ۲/۵۰ |
| مہر نبوت علامہ قاضی سلیمان منصورپوری (مؤلف رحمۃ للعالمین) | ۲/۰۰ |

## آزاد کی تصانیف:

| | |
|---|---|
| مضامین الہلال | ۷/۰۰ |
| تبرکات آزاد | ۲/۵۰ |
| قول فیصل | ۶/۵۰ |
| شہدائے اعظم | ۶/۵۰ |
| انسانیت موت کے دروازے پر | ۶/۰۰ |
| کاروان خیال | ۶/۵۰ |
| غبار خاطر | ۱۶/۵۰ |

## مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

| | |
|---|---|
| دین کیا ہے؟ | ۳/۰۰ |
| تعمیر ملت | ۲/۵۰ |
| ظہور اسلام | ۱۲/۰۰ |
| تاریخ کا سبق | ۳/۰۰ |
| مذہب اور سائنس | ۴/۵۰ |
| تعارف اسلام | ۳/۵۰ |
| تجدید دین | ۳/۰۰ |
| الاسلام | ۱۵/۵۰ |
| زلزلۂ قیامت | ۳/۵۰ |
| عقلیات اسلام | ۲/۵۰ |
| فسادات کا مسئلہ | ۲/۵۰ |
| مذہب اور جدید چیلنج | ۱۵/۵۰ |
| اسلام دین فطرت | ۲/۵۰ |
| اسلامی دعوت | ۳/۰۰ |
| قرآن کا مطلوب انسان | ۵/۵۰ |

# مکتبہ ترجمان، پوسٹ بکس ۱۳۰۶
# دہلی ۶